

# عقائد و کمالات علمائے دیوبند

اقاوات

حضرت الملام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

ناشر  
ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ  
بیت چکوال

# فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	مقدمہ	۱
۲	علوم اسلامیہ شرعیہ میں عقیدہ کی اہمیت	۲
۳	عقیدہ توحید باری تعالیٰ	۶
۴	عقیدہ رسالت ﷺ	۱۱
۵	عقیدہ آخرت	۱۸
۶	مخلوق کی مختلف قسمیں	۱۹
۷	ضروریات دین	۲۰
۸	تصوف و سلوک	۲۴
۹	صحابہ کرامؓ اور امور خرق عادت	۲۶
۱۰	روح سے اخذ فیض	۴۰
۱۱	علمائے دیوبند اور روح سے اخذ فیض	۵۲

## بسم الله الرحمن الرحيم ط

### مقدمہ

الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله و  
الصلوة والسلام على خاتم الانبياء و على اله واصحابه اجمعين.

انسان کی زندگی کے دو پہلو ہیں یا یوں کہئے کہ دو اجزا سے مرکب ہے۔ نظریہ اور عمل ان دونوں کا آپس میں ایسا گہرا تعلق ہے جیسا بیج اور درخت کا ہوتا ہے اگر بیج ہی سرے سے موجود نہ ہو تو درخت کے وجود کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی درخت کے وجود کا مدار بیج کے موجود ہونے پر ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بہترین پھل حاصل کرنا مطلوب ہو تو عمدہ بیج کی تلاش اور انتخاب پر پوری کوشش صرف کی جاتی ہے کیونکہ ناقص بیج سے عمدہ پھل حاصل کرنے کی توقع صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کے ہوش و حواس ٹھکانے نہ ہوں۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس کی تمام تر تعلیمات فطری حقائق پر مبنی ہوتی ہیں۔ مندرجہ بالا فطری حقیقت کو سامنے رکھ کر ذرا کتاب ہدایت یعنی قرآن کریم کا مطالعہ کیجئے آپ کو جا بجا ایمان اور عمل صالح کا ذکر یکجا ملے گا۔ ادبیات میں جسے نظریہ کہا جاتا ہے اسلام کی اصطلاح میں اس کا نام ایمان ہے اور اسی کو عقیدہ

بھی کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہر جگہ امنوا و عملوا الصالحات کا یکجا پانا جانا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ انسان کی عملی زندگی کے صالح ہونے کا مدار ایمان صحیح یا عقیدہ صحیح پر ہے۔ صرف عقیدہ کا صحیح ہونا کافی نہیں کیونکہ اچھے بیچ کی غرض یہ ہے کہ اس سے اچھی فصل لی جائے۔ جب اس بیچ سے کچھ حاصل ہی نہ ہو تو اس کا اچھا ہونا کس کام کا۔

سچی بات تو یہ کہ عقیدہ وہ قوت ہے جو عمل کی صورت میں ظاہر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا اس لئے جہاں عمل صالح نہیں وہ عقیدہ کی صحت کا معاملہ بھی مشکوک نظر آتا ہے۔

### ﴿علوم اسلامیہ شرعیہ میں عقیدہ کی اہمیت﴾

علوم اسلامیہ میں علم عقائد بنیادی اور عظیم اہمیت رکھتا ہے کیونکہ انسان کی کامیابی کا انحصار صحت عقیدہ پر ہے اور اسلام کی نگاہ میں کامیابی کا مفہوم اور معیار اس مفہوم سے بالکل مختلف ہے جو ایک سطحی اور مادی ذہنیت کے انسان کے دل و دماغ میں ہوتا ہے۔ اسلام کے نزدیک کامیابی سے مراد اخروی زندگی کی کامیابی ہے البتہ اس کامیابی کے حصول کا ذریعہ دنیوی زندگی ہے۔ یعنی ان دونوں کا باہمی تعلق مقصد اور ذریعہ کا ہے انسان کو اس دنیا میں رہتے بستے ہوئے اخروی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے انفرادی اور اجتماعی طور پر اعمال کرنے پڑھتے ہیں ان کو مختلف عنوانوں سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ جیسے عبادات، معاملات، اخلاق ان تینوں عنوانوں کا درست اور صحیح ہونا صرف عقیدہ کے صحیح



ہونے پر منحصر ہے۔ قرآن حکیم اور سنت نبوی میں اس حقیقت کی وضاحت ملتی ہے۔ مثلاً ارشاد باری ہے۔

فمن يعمل من الصالحات و | جو شخص نیک عمل کرتا ہے اور ہے مومن  
هو منو من فلا كفر ان | تو اس کی محنت اور عمل کو ضائع نہ کیا  
لسعيه و اناله لکاتبون | جائیگا اور ہم اس کے اعمال لکھتے رہتے  
ہیں۔

معلوم ہوا کہ ان اعمال صالح کے اجر و ثواب ملنے اور اخروی کامیابی حاصل کرنے کا مدار صحت عقیدہ پر ہے بلکہ ثواب اعمال صالح کے لئے ایمان بنیادی شرط ہے۔ ایمان کے بغیر کوئی عمل صالح اخروی زندگی کے اعتبار سے پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ خوب کہا کسی عارف نے۔

سرمایہ داران سودائے آخرت گوئند

تا سرمایہ ایمان بایدت زیان نخواہی کرد

آخرت کی تجارت کے سرمایہ داروں کا کہنا ہے کہ اگر تیرے پاس ایمان کی دولت ہے تو تجھے گھائے کا کوئی خطرہ نہیں

امام ہند حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تہذیبات الہیہ جلد اول کے اوائل میں فرمایا ہے۔

”حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور دعوت الی اللہ کے تین اہم اور بڑے اصول ہیں جن کی طرف امت کو بلایا جاتا ہے۔ ان میں سے اول صحت و اصلاح عقائد ہے۔“

پھر آپ فرماتے ہیں۔

”اصول دین، توحید رسالت، قیامت وغیرہ اصولی مسائل کو متکلمین نے بیان فرمایا ہے۔ دوم فروعی مسائل؛ تصحیح عمل۔ طاعات جو ذریعہ قرب خداوندی بنتی ہیں اور وہ احکام جن کا تعلق ضروریات زندگی سے ہے ان کو فقہائے امت نے بیان فرمایا ہے۔

سوم: اخلاق و احسان جو بدن کے لئے روح کی مانند ہے یا جیسے معانی کا تعلق الفاظ سے ہے۔ اخلاص و احسان روح دین ہیں ان کو بیان کرنا عارفین صوفیاء نے اپنے ذمے لگایا ہے۔“

حضرت شاہ صاحبؒ کا نظریہ یہ ہے کہ متکلمین، فقہاء اور صوفیہ کرام نے مل کر پوری شریعت کی حفاظت کی ہے۔

ایمان، عقیدہ، تصدیق قلبی اور یقین ایک ہی حقیقت کے مختلف عنوان ہیں۔ لفظ عقیدہ، عقد سے ہے جس کے معانی گرہ لگانا ہے اس لئے عقیدہ کا اسلامی مفہوم یہ ہے کہ جن بنیادی حقائق اور ان دیکھی حقیقتوں کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتا ہے ان کے بارے میں ایسا پختہ یقین ہو اور اتنا محکم عقیدہ ہو کہ کوئی گمراہ قوت اس یقین کو متزلزل نہ کر سکے۔ اگر یہ یقین کمزور ہو تو عقیدہ میں کتنی قسم کی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً شک۔ تردد۔ شرک۔ کفر۔ بدعت، ارتداد، الحاد۔ زندقہ، انفاق اور بے دینی وغیرہ۔ اگر انسان کے عقیدہ اور ایمان میں ان میں سے کوئی خرابی واقع ہو جائے تو اس کا کوئی عمل عند اللہ قابل قبول نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ صرف کوئی عمل کر لینا کافی نہیں اس کا عند اللہ قبول ہونا مطلوب ہے تا کہ اس پر ثواب یا اجر مرتب ہو سکے اس وجہ سے عقیدہ کی صحت کا معاملہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اس رسالہ میں ہم وہ عقائد بیان کریں گے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے برائے راست شاگردوں یعنی صحابہ کرامؓ کو سکھائے اور صحابہ کرامؓ نے

امت کو پہنچائے جن کا اصطلاحی نام عقائد اہل السنّت والجماعت ہے اہل السنّت والجماعت کا مسلک فقہی اعتبار سے چار فقہی مکاتب فکر پر مشتمل ہے ان میں سے ہمارے پیش نظر اس وقت حنفی مکتب فکر ہے لہذا ہم اسلامی عقائد کا بیان اس انداز سے کریں گے جو فقہائے احناف یعنی امام اعظم ابوحنیفہؒ امام ابو یوسف اور امام محمد شیبانی نے کتاب و سنت اور تعامل صحابہؓ سے اخذ کر کے مدون کئے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ

**اللہ یار خان**



## ﴿ عقیدہ توحید باری تعالیٰ ﴾

توحید تین قسم کی ہے۔ توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید صفات،  
توحید ربوبیت: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی خالق نہیں، رازق نہیں زندہ  
کرنے والا نہیں، مارنے والا نہیں، کوئی موجد نہیں، کوئی معدوم کرنے والا نہیں۔  
توحید الوہیت: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں کوئی لائق عبادت  
نہیں کسی کے سامنے سجدہ جائز نہیں خواہ تعظیماً ہو جو ہماری شریعت میں حرام ہے  
خواہ سجدہ عبادت ہو جو شرک ہے۔

توحید صفات: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان ہی صفات سے موصوف سمجھا جائے  
جن سے خود اس نے اپنا موصوف ہونا بیان فرمایا ہے۔

بندوں کے تمام افعال خیر و شر، قضاء قدر علم باری سے صادر ہوتے ہیں مگر  
بندوں کے کسب سے ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مجبور محض نہیں بنایا  
بلکہ ان کو ارادہ اور اختیار کی آزادی دی ہے۔ اس آزاد ارادہ اور اختیار کو بغیر کسی  
جبر کے استعمال کرنے کا نام ہی کسب ہے۔ اور یہ بندے کا فعل ہے۔

اللہ خالق کل شئی درست ہے مگر اللہ تعالیٰ برائی، کفر و شرک کا امر نہیں کرتا حکم  
نہیں دیتا ان اللہ لایاء مربا بالفحشاء

نہ بے حیائی اور کفر و شرک کو درست رکھتا ہے نہ کفر کو پسند کرتا ہے۔  
ولا یرضی العبادہ الکفر



## ﴿توحید صفاتی کی تفصیل﴾

اللہ تعالیٰ کے ذاتی اوصاف یہ ہیں!

وجود۔ قدم۔ بقا۔ قیام۔ وحدانیت۔ قدرۃ۔ ارادہ۔ علم۔ حیات۔ سمع۔ بصر۔ کلام  
۱۔ وجود:- اللہ تعالیٰ کا وجود لذتہ ہے۔ انسان اور دیگر مخلوق کا وجود لذاتہ  
بنفسہ نہیں بلکہ اللہ کا دیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات صفت وہ ہے جس کی نقیض و  
صد نہ ہو، مثلاً اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ اس کے لئے عدم اور فنا نہیں انسان اور دیگر  
مخلوق بھی موجود ہے مگر اس کے لئے فنا بھی ہے۔

یا مثلاً اللہ تعالیٰ بصیر ہے اس کے لئے عدم نہیں مگر انسان بصیر بھی ہو سکتا ہے  
اور نابینا بھی یا مثلاً اللہ تعالیٰ متکلم ہے مگر گونگا نہ ہوگا انسان متکلم بھی ہوتا ہے اور  
گونگا بھی ہو سکتا ہے اسی پر باقی صفات کو قیاس کر لیا جائے۔

۲۔ قدم:- قدم ذاتی وہ ہے جس کو کوئی اولیت نہیں یعنی اس کو کوئی ابتدا نہیں  
مخلوق کی ابتدا ہے۔

۳۔ بقا:- اس کا وجود دائمی استمراری ہے جس کی ابتدا ہے نہ انتہا ازلی ابدی  
ہے مخلوق کی انتہا ہے۔ فنا ہو جائے گی۔

۴۔ قیام:- اس کا قیام لذاتہ ہے وہ اپنے قیام کے لئے کسی چیز یا مکان کا  
محتاج نہیں۔ ہر چیز سی غنی ہے، مکان ہو، محل ہو یا مخصص ہو۔

۵۔ وحدانیت:- اس کی ذات میں تعدد نہیں نہ ترکیب ہے۔ ذات میں  
صفات میں یگانہ ہے نہ کسی سے پیدا ہوا نہ اس سے کوئی پیدا ہوگا۔

۶۔ قدرت:- وہ ہر شے پر قادر ہے جو چاہے کرے۔ عاجز نہیں ہے قدرت

بھی اس کی صفت قدیم ہے۔

۷۔ ارادہ: اس کے ارادہ سے کبھی مراد متخلف نہیں ہوئی۔ جس کا ارادہ کرتا ہے وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

۸۔ علم: علم اس کی ذاتی صفت ہے۔ کسی واسطہ یا ذریعہ سے اس کو حاصل نہیں ہوتا اس لئے اس کا علم حضوری اور قدیم ہے۔ انبیاء کرام اور اولیائے کرام کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ ذرائع و وسائل اور واسطوں سے حاصل ہوتا ہے۔ یعنی بذریعہ وحی، الہام، کشف، وجدان یا خواب وغیرہ۔

جب حصول علم میں کوئی واسطہ آگیا وہ علم، علم غیب نہ رہا۔ کیونکہ علم غیب کی تعریف یہ ہے کہ وہ کسی واسطہ یا ذریعہ سے حاصل نہ ہو لہذا شرک فی العلم تب ہوگا جب اللہ کے علم حضوری قدیم میں کسی کو شریک مانا جائے۔ مخلوق کا علم حادث ہے خواہ حضور ہو یا حصولی۔ کیونکہ مخلوق خود حادث ہے۔ اللہ کی ذات قدیم ہے اس لئے اس کا علم بھی قدیم اور حضوری ہے۔ وہ ایک علم سے تمام کائنات کو جانتا ہے۔ کلیات و جزئیات کا علم رکھتا ہے۔

مخلوق کو قبل از حدوث کے جانتا ہے اس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے۔

۹۔ حیات: وہ حی ہے حیات اس کی صفت ذاتی قدیمہ ہے اس کی حیات کی ضد موجود نہیں۔

۱۰۔ ا۔ ا۔ سمع، بصر: اس کی دونوں صفات ذاتی ہیں وہ تمام کائنات کو دیکھ رہا ہے۔ خواہ کتنے پردوں میں ہو اور ہر آواز سن رہا ہے۔ خواہ وہ کہیں سے اٹھ رہی ہو اس پر غفلت طاری نہیں ہوتی نہ نیند آتی ہے۔

۱۲۔ کلام: اس کا کلام نفسی ہے لفظی نہیں۔ اس کی کلام میں الفاظ و حروف نہیں نہ آواز ہے انبیاء کے قلوب اس کا کلام سنتے اور سمجھتے ہیں قرآن و حدیث

میں جہاں ذکر قلب ہوتا ہے اور قلب کے احکام کا ذکر ہوتا ہے۔ وہ احکام روح کے ہوتے ہیں اس گوشت پوست کے جسم کے احکام نہیں ہوتے۔ درحقیقت قلب ایک لطیفہ ربانی ہے جو کلام نفسی کو سنتا ہے۔ اسی طرح روح اور ملائکہ کے کلام میں حروف و آواز نہیں کہ یہ مادی کان سن لیں۔ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے جو اس کی صفت ذاتی ہے لہذا قرآن مخلوق نہیں اس کو مخلوق کہنا کفر ہے۔ شیعہ اور معتزلہ کا عقیدہ یہ کہ خدا قرآن مخلوق میں پیدا کرتا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے لئے درخت میں آگ پیدا کی پھر وہ چیز بولتی ہے اس لئے خلق قرآن کا مطلب یہ کہ خدا نے قرآن کو دوسروں میں پیدا کیا وہ پڑھتے ہیں۔

عقیدہ نمبر ۱۔ وہ غافل مختار ہے۔ اس پر کوئی چیز واجب نہیں (شیعہ کا عقیدہ ہے کہ خدا پر عدل واجب ہے) وہ جو چاہے کرے وہ مخلوق سے پوچھ گچھ کر سکتا ہے مگر اس سے کوئی یہ نہیں پوچھ سکتا کہ ایسا کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔ نمبر ۲۔ وہ تمام عیوب ہر نقص سے پاک ہے۔

نمبر ۳۔ رازق وہی ہے کسی کے حق میں رزق کی فراخی یا تنگی اس کے اختیار میں ہے۔

نمبر ۴۔ عزت و ذلت اس کے اختیار میں ہے۔ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے۔

نمبر ۵۔ اولاد دینے والا وہی ہے جسے چاہے بیٹے دے جسے چاہے بیٹیاں دے جس چاہے کچھ نہ دے۔

نمبر ۶۔ تکبر بڑائی اس کی چادر میں ہے ان میں دخل دینے والا جہنم کا مستحق ہے۔

نمبر ۷۔ مخلوق کی تمام صفات سے پاک ہے۔

نمبر ۸۔ دعائیں سننے والا قبول کرنے والا وہی ہے

نمبر ۹۔ علیم و کریم ہے۔ گناہ پر جلد سزا نہیں دیتا۔ بلکہ مہلت دیتا ہے

نمبر ۱۰۔ قیامت کے روز مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے جیسے اس نے پہلے پیدا کی۔

نمبر ۱۱۔ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس کے حکم سے ہوتا ہے۔

نمبر ۱۲۔ زمین و آسمان مخلوق اس کی۔ رزق اسی کا۔ لہذا عبادت کے لائق صرف وہی، سجدہ صرف اسی کے لئے ہے۔

نمبر ۱۳۔ نفع اور نقصان اسی کے اختیار میں ہے۔

نمبر ۱۴۔ وہی حاکم و ناظر ہے، پکارنے کے لائق وہی ہے۔ مشکل کشا، حاجت روا وہی ہے۔ وہ نیکی پر راضی اور برائی پر ناراض ہے۔

ذات باری تعالیٰ اعرف المعارف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اسم ذات، اسم اللہ، اسم اعظم ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں اسم اللہ واقع ہوا ہے۔ موصوف ہی واقع ہوا ہے۔ جب کہ اس کے باقی نام صفاتی واقع ہوئے ہیں۔

نوٹ:۔ ارتکاب گناہ کی وجہ سے ہم کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے۔ البتہ گناہ گار بغیر توبہ کے مر گیا تو پھر بھی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

نمبر ۱۵۔ شفاعت کبریٰ صرف ہمارے رسول اکرم ﷺ کا حصہ ہے میدان قیامت میں تمام مخلوق گھبرا کر حضور اکرم ﷺ کے پاس آجائے گی پھر آپ باذن الہی سفارش کریں گے پھر باقی انبیاءؑ، ملائکہ، اولیائے کرامؑ، اور صلحائے امت شفاعت کریں گے۔ جس کے حق میں اللہ تعالیٰ انہیں اجازت دے گا۔



## ﴿عقیدہ رسالت﴾

عقیدہ نمبر ۱۔ مخلوق کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ مختلف زمانوں اور مختلف خطوں میں انبیاء علیہم السلام مبعوث کرتا رہا۔ یہ سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوا اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر ختم ہوا۔

نمبر ۲۔ انبیاء کرام کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

نمبر ۳۔ جن انبیاء کی ذکر اللہ کی آخری کتاب میں ہوا ان کے اسمائے مبارک یہ ہیں۔

حضرت آدمؑ، حضرت اوریسؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ہوڈؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحقؑ، حضرت اسمعیلؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت ذوالکفلؑ، حضرت یونسؑ، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔

نمبر ۴۔ انبیاء کرام میں بعض کی شان بعض سے بلند ہے۔ سب سے اونچی شان نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔

نمبر ۵۔ اللہ کے نبی جشनों اور شادیانوں کے ساتھ مبعوث نہیں ہوتے بلکہ اکثر بے سرو سامانی کے ساتھ مبعوث ہوتے ہیں البتہ ان کے پاس رسالت کی ایک سند ہوتی ہے جسے معجزہ کہا جاتا ہے جس کے مقابلہ سے مخلوق عاجز ہوتی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ نبی بغیر معجزہ نہیں ہوتا نبی ہر حال میں نبی ہے۔  
نمبر ۲۔ نبی کے معجزہ پر ایمان لانا فرض ہے اور معجزہ خرق عادت ہوتا ہے۔

نمبر ۳۔ انبیاء علیہم السلام میں پانچ اوصاف لازمی ہوتے ہیں۔

عصمت، صداقت، امانت، فطانت، تبلیغ

عصمت: اس لئے شرط ہے کہ انبیاء علیہم السلام حکام الہی ماوراء الوراء سے لیتے ہیں جہاں عقل کی بھی رسائی نہیں۔ اگر حصول احکام میں غلطی ہو جائے تو نظام ہدایت ہی مشکوک ہو جائے۔

صداقت: شرط ہے احکام پہنچانے میں اور یہ نبی کے قول و فعل میں ہوتی ہے۔

امانت: احکام لینے اور پہنچانے میں نبی امین ہوتا ہے

فطانت: نبی ایسا ذہین ہوتا ہے کہ باطل کے ہر اعتراض کا مسکت جواب دیتا ہے،

تبلیغ: احکام الہی کے حصول اور مخلوق تک پہنچانے میں عصمت و صداقت، امانت کے علاوہ رشد و ہدایت کی راہ دیکھانے میں نبی کوئی کمی یا غفلت نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ نبی نے کوئی حکم کسی مصلحت کے تحت نہیں پہنچایا یا تقیہ کر کے پہنچایا ہے تو ایسا کہنے والا قطعی کافر ہو جاتا ہے۔

نمبر ۸۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری رسول ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ آپ پر ہر قسم کی نبوت ختم ہو گئی اگر کوئی نیا شخص حضور کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ کافر، مرتد، اور واجب القتل ہے اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

نکفر من ادعى نبوة احد مع نبينا صلى الله عليه وسلم  
 اي في زمانه كمسليمة دعوىٰ کیا جیسے مسيلمہ کذاب اور اسود عنسی  
 الکذب والا سود العنسی حضور ﷺ کے اس دنیا سے چلے  
 اواعى نبوة احد بعد ه فانه خاتم النبيين بنص القرآن  
 نص قرآن اور حدیث سے آخری نبی ہیں اس لیے یہ دعویٰ اللہ و رسول کی  
 صاف تکذیب ہے۔ اور مکذب خدا و رسول کافر ہے۔

نمبر ۹۔ خاتم الانبياء ﷺ کی دعوت عام ہے جنوں اور انسانوں کی طرف بلکہ  
 اکثر علماء کا عقیدہ ہے کہ آپ کی دعوت ملائکہ کی طرف بھی ہے۔  
 نمبر ۱۰۔ حضور ﷺ کی شریعت آخری شریعت ہے اور قرآن کریم آخری  
 کتاب الہی ہے۔

نمبر ۱۱۔ حضرت عیسیٰؑ نے آسمان سے نازل ہونا ہے جیسا کہ متواتر احادیث  
 سے ثابت ہے لیکن وہ نئے نبی نہیں ہیں۔ اگر سابقہ تمام انبیاء کرام دنیا میں آ  
 جائیں تب بھی محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی یعنی خاتم الانبياء ہیں۔

نمبر ۱۲۔ جو آسمانی کتابیں اللہ کی طرف سے نازل ہوتی رہیں وہ برحق تھیں  
 ان میں چار مشہور ہیں۔ تورات، انجیل اور قرآن کریم پہلی تین کتابوں میں  
 جو احکام بیان ہوئے برحق تھے۔ اپنے زمانوں کے لئے تھے۔ قرآن کریم کے

محل سے وہ منہج ہوئے

نمبر ۱۳۔ قرآن کریم میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی یا تحریف نہیں ہوئی۔ اس کا ایک حرف بھی نہیں بدلا گیا اس کی حفاظت کا ذمہ خود اس کے نازل کرنے والے نے لیا۔ جو شخص قرآن کریم میں کسی تغیر و تبدل و تحریف کا قائل ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور قطعی کافر ہے۔

نمبر ۱۴۔ قرآن کریم غیر مخلوق کلام الہی ہے۔ یہ کلام نفسی ہے لفظی نہیں۔ ہمارا پڑھا لکھا اور قرآنی الفاظ کا بیان کرنا۔ بندوں کے فعل ہیں اور بندوں کے افعال مخلوق و حادث ہیں۔

نمبر ۱۵۔ قرآن کریم میں جو اخبار ماضیہ بیان ہوئیں وہ سب کلام الہی ہے کلام اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے جو مثل ذات باری کی قدیم ہے۔

نمبر ۱۶۔ تمام انبیاء علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ بلکہ قبائح سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔

نمبر ۱۷۔ حضور اکرم ﷺ قبل از نبوت بھی ہر قسم کی برائی سے پاک رہے۔  
نمبر ۱۸۔ حضور ﷺ کا نسب، محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نصر بن کنانہ بن خذیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن معد بن عدنان تک حضور ﷺ کے نسب میں کوئی اختلاف نہیں۔

نمبر ۱۹۔ نبی کریم ﷺ کو اس جسم عنصری کے ساتھ عالم بیداری میں معراج کرایا گیا۔ اس سفر کا وہ حصہ جو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک ہے ”اسراء“ کہلاتا ہے۔

نمبر ۲۰۔ بیت المقدس میں حضور اکرم ﷺ نے امام الانبیاء بن کے تمام انبیاء کو نماز پڑھائی۔ پھر وہاں سے چلے تو سدرۃ المنتہی پر پہنچ کر نوری مخلوق تورہ



گی مگر بشریت ان بلند یوں تک پہنچی۔ کہ جانے والا ہی جانتا ہے یا بلانے والا کسی مخلوق کا تصور وہاں نہیں پہنچ سکتا۔

نمبر ۲۱۔ وہاں نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا سر کی آنکھوں سے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا اس میں اختلاف ہے مگر قابل حجت نہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ اس وقت حضور کے گھر میں نہیں آئیں تھیں اور امیر معاویہؓ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔

نمبر ۲۲۔ حضرات انبیاء کرام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں بالخصوص حضور اکرم ﷺ زندہ ہیں جسد اطہر کے ساتھ حیات حسی و نبوی کی طرح۔ مگر حیات برزخی ہے۔ اس وجہ سے کہ آپ عالم برزخ میں ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے اس میں تین فرقوں نے اختلاف کیا۔ معتزلہ کرامیہ اور صالحیہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اب حضور ﷺ حکمی رسول ہیں حقیقی نہیں یعنی لا الہ الا اللہ کان محمد رسول اللہ ان فرقوں کی تقلید میں آج کل کے اہلسنت والجماعت ہونے کا دعویٰ کرنے والے یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ انبیاء مر کر مٹی ہو گئے ہیں ان کی تفصیل درکار ہو تو ہماری کتاب حیات انبیاء کا مطالعہ کیجئے۔ ان لوگوں کا عقیدہ اجماع امت کے مخالف ہے۔

وقد قال الحافظ فی جو شخص اجماع امت کا مخالف ہے وہ آخر بحثہ و مخالف الاجماع در حقیقت امت محمدیہ کافر نہیں اس داخل فی مفارق الجماعت امت سے خارج ہے۔

(اکفار الملحدین ص ۲۴ علامہ انور

شاہ)

نمبر ۲۳۔ انبیاء علیہ السلام کے بعد حضرت آدمؑ سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

اور بعد تک تمام مخلوق سے افضل و اکرم عند اللہ صدیق اکبر ابو بکر صدیقؓ پھر  
حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ پھر عشرہ مبشرہ، پھر بدری  
صحابہ، پھر احدى صحابہ پھر بیعت رضوان والے سب سے افضل ہیں جیسا کہ قرآن  
کریم سے ثابت ہے۔

لا یستوی منکم من اتفق من قبل الفتح و قاتل الخ  
اس لئے اصل دین یہ ہے کہ:

رضیت باللہ ربا وبالاسلام میں۔ اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین،  
دنیا و بمحمد نبیا و بالقران محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا نبی و رسول،  
حکما و اماما وبالصحابہ قرآن کریم کو حکم اور امام، صحابہ کرام کو  
اخوة و اھوانا للنبی صلی بھائی اور نبی کریم ﷺ کے مددگار اور  
اللہ علیہ وسلم و مسلمانوں کو بھائی تسلیم کرنے پر راضی  
بالمسلمین اخوة ہوا۔

قلت و کذا یکفر قاذف عائشہؓ میں کہتا ہوں حضرت عائشہؓ پر قذف کی  
و منکر صحبة ابیہا لان تہمت لگانے والا کافر ہے اور صدیق  
ذلک تکذیب القران صراحة اکبر کی صحابیت کا منکر بھی کافر ہے  
قلت والا کثر علی تکفیر کیونکہ قاذف عائشہ اور منکر صحبت  
منکر خلاف الشیخین و فی صدیق قرآن کی تکذیب کرتا ہے میں  
الددر المنتقی عن الوہانبۃ کہتا ہوں اکثر علماء کا فتویٰ ہے کہ  
و شرحها و صحح تکفیر صدیق اکبر کی خلافت کا منکر بھی کافر  
نکیر خلاف ہے۔ فتاویٰ در المنتقی میں فتاویٰ  
اوهانبیہ اور اس کی شرح سے نقل

ال عتیق وفی الفاروق ذلک۔  
الاظهر

کرتا ہوں کہ اس شخص کو کافر کہنا صحیح  
ہے جو خلافت صدیقی کا منکر ہو۔ اور  
انکار خلافت فاروقی اس سے بھی واضح  
ہے۔

نمبر ۲۴۔ ہم تمام صحابہ کرامؓ کو واجب تعظیم سمجھتے ہیں اور پوری امت مسلمہ کا  
ہادی، رہبر، مقتدی، اور مہتدی جانتے ہیں اور صحابہ کرامؓ کو ہم اہلسنت والجماعت  
معیار حق مانتے ہیں جو شخص ان کو معیار حق تسلیم نہیں کرتا۔ وہ قرآن کریم کو اور نبی  
کریم ﷺ کی رسالت کو بھی حق تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قرآن کریم بلکہ سارا  
دین صحابہ سے نقل ہو کر ہم تک پہنچا ہے اگر یہ معیار حق نہیں تو جو دین ان سے  
نقل ہو کر آگے چلا وہ کیسے دین حق تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

ان کے مشاجرات و تنازعات دنیوی معاملات ہیں جس طرح ہمارے  
ہزاروں تنازعات ہوتے ان کی وجہ سے کسی کو دین و ایمان سے خالی قرار نہیں  
دیا جاتا۔

نمبر ۲۵۔ حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولاد سب قابل صد تعظیم  
ہیں اولاد میں سے حضرت فاطمہؓ اور ازواج میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت  
عائشہ کی شان سب سے بلند ہے۔

نمبر ۲۶۔ حضرت عیسیٰؑ آسمانوں پر زندہ ہیں قرب قیامت زندہ ہوں گے ۴۵  
برس زندہ رہ کر وفات پائیں گے۔ اور حضور اکرم ﷺ کے روضہ اطہر میں دفن  
ہوں گے یہ عقیدہ متواترات میں سے ہے اور ضروریات دین میں سے ہے۔

نمبر ۲۷۔ حضرت امام مہدی علیہ الرحمۃ نے پیدا ہونا ہے زمین کو عدل سے  
بھرنا ہے۔

نمبر ۲۸۔ آثار قیامت کی ترتیب یہ ہوگی۔

(۱)۔ ظہور امام مہدیؑ، ۲۔ خروج دجال، ۳۔ نزول عیسیٰؑ، ۴۔ یاجوج ماجوج کا خروج، ۵۔ ہدم کعبۃ اللہ، ۶۔ ظہور دخان، ۷۔ قرآن کا اٹھالے جانا، ۸۔ طلوع شمس از مغرب، سر پر آ کر پھر مغرب کو چلا جائے گا اور غروب ہو جائے گا، ۹۔ خروج دابۃ الارض جو ہر شخص کی پیشانی پر مومن یا کافر داغ دے گا۔

### ﴿عقیدہ آخرت﴾

۱۔ دنیا دار العمل ہے یہ زندگی ایک مہلت ہے جس میں اچھے یا برے عمل کئے جاتے ہیں ان اعمال کی جزاء سزا کے لئے ایک دن مقرر ہے جسے روز جزاء کہتے ہیں اس روز ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل کے رہے گا۔

۲۔ جو لوگ اس دنیا میں اللہ کا بندہ بن کر زندگی گزارتے رہے وہ انعامات الہی کے مستحق ہوں گے ان کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔ اللہ کے نافرمانوں کی جگہ جہنم ہوگی۔

۳۔ ہم جس طرح جنت دوزخ کے موجود ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح جنت کے انعامات اور دوزخ کے عذاب پر بھی ایمان ہے۔

۴۔ جنت دوزخ کے ثواب قانی نہیں ابدی ہیں مگر حادث ہیں۔

۵۔ وزن اعمال کا عقیدہ برحق ہے جو میدان قیامت میں ہوگا۔

۶۔ پل صراط کا عقیدہ برحق ہے جس پر سے مخلوق کو گزرنا ہوگا۔

۷۔ انسان ان ہی قبروں سے اٹھیں گے جن میں دفن کئے گئے تھے۔ حشر



حیوانوں کا بھی ہو گا۔ ان کے اعمال کے لئے نہیں بلکہ اپنا عدل و انصاف ظاہر کرنے کے لئے۔

- ۸۔ سوال و جواب نکیرین من ربک من نبیک و ما دینک برحق ہے یہ اسی طرح قبر میں ہوتے ہیں جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے۔
- ۹۔ عذاب و ثواب قبر روح اور بدن دونوں کا ہوتا ہے امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے اس اجماع کا منکر امت محمدیہ کا فرد نہیں۔

### ﴿مخلوق کی مختلف قسمیں﴾

۱۔ ایک مخلوق نوری ہے جو ہماری نظر سے غائب ہے اس کو فرشتہ کہتے ہیں یہ صفت نر و مادہ سے پاک ہے۔ ان کی غذا ذکر الہی ہے یہ گناہ سے پاک ہے اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ ان کے مختلف فرائض مقرر ہیں۔ جن کی ادائیگی میں کبھی غفلت نہیں کرتے۔

۲۔ چار فرشتے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔

جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، اور عزرائیل۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق آگ سے پیدا کی ہے جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ ان کو جن کہتے ہیں۔ ان میں نر و مادہ ہوتے ہیں ان کی اولاد بھی ہوتی ہے۔ ان میں نیک و بد ہر طرح کے ہوتے ہیں۔

۴۔ حضرت آدمؑ کی جتنی اولاد قیامت تک پیدا ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے سب کو عالم ذر میں صلبوں سے نکال کر پوچھا المسست بربکم تو سب نے جواب دیا بلسی ان ارواح کو عالم ذر سے پھر اپنی اصل جگہ پر لوٹا دیا۔

## ﴿ضروریات دین﴾

حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور کتب آسمانی کے نازل کرنے کا مقصد ایمان کفر میں امتیاز اور ان میں حد فاصل قائم کرنا ہے۔ تاکہ دونوں کا مفہوم غلط ملط نہ ہو جائے۔ اور جو شخص تعلیمات نبوت اور کتب آسمانی کے مطابق عقیدہ رکھتا ہو اس کو کفر میں داخل نہ کیا جائے اور جو اس کے برعکس عقیدہ رکھتا ہے اس کو دائرہ ایمان اور ملت اسلامیہ میں داخل نہ سمجھا جائے۔ کیونکہ مومن پر کافر کا اطلاق کرنا اور کافر کو مومن کہنا دونوں ایک جیسے جرم عظیم ہیں۔

ایمان امن سے ماخوذ ہے جب کسی نے کسی قائل کے قول کو تسلیم کر لیا تو وہ تکذیب و انکار سے مامون و محفوظ ہوگا کفر کے لغوی معنی چھپانا ہے۔ اصطلاح میں حق کو چھپانے (ستر الحق) کا نام کفر ہے۔ ایمان، قضیہ موجبہ، کلیہ اور کفر، سالبہ جزئیہ ایمان کے تین پہلو ہیں۔ تصدیق قلبی، زبان سے اقرار، اور بیراءۃ من جمیع الادیان۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ دین اسلام کی روح سے وہ کون سے احکام خداوندی ہیں جن کے ماننے کا نام ایمان ہے اور ان کا انکار کفر ہے۔ ان کو ضروریات دین کہتے ہیں ان کے متعلق عقیدہ :-

۱۔ تمام ضروریات دین کا ماننا ایمان ہے اور ان میں سے بعض کا یا کسی ایک کا انکار کرنا کفر ہے۔

۲۔ ضروریات دین وہ بدیہی، واضح، مشہور اور ظاہر باتیں ہیں جن کو ہر ذی علم انسان اور دین دار مسلمان جانتا ہے ان کی تفصیل یہ ہے۔

توحید باری تعالیٰ توحید ذاتی، توحید صفاتی، نبوت، قیامت، نشر، حشر، حساب و کتاب، وزن اعمال، میزان، پل صراط، جنت، دوزخ، نعمائے جنت، عذاب دوزخ، کرامات کاتبین، تکیرین کا سوال و جواب، قبر میں عذاب و ثواب، قبر، حوض کوثر۔ ان کے علاوہ حلال و حرام کے سلسلہ میں سود حرام ہے، زنا، قتل، شراب، خنزیر حرام ہے۔

گائے کی قربانی شعار ہے، مرد کا داڑھی رکھنا، عورتوں کا پردہ کرنا، عدل کرنا، ارکان اسلام نماز روزہ حج زکوٰۃ سب ضروریات دین ہیں ان کا ثبوت متواتر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ امور و احکام جو مامور بہا ہیں یا منہیات سنیات جن کا ثبوت کتاب اللہ سنت متواترہ اور اہل دین کے تعامل مستمرہ جن کو تعامل امت کہا جاتا ہے۔ ضروریات دین ہیں خواہ ان میں کوئی فرض ہے کوئی واجب ہے کوئی سنت ہے کوئی مستحب ہے کوئی مباح ہے۔

ضروریات دین میں داخل ہے ان پر عمل نہ کرنا گناہ ہے ان کا انکار کرنا کفر ہے۔

تنبیہ: یہ جو مشہور ہے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ہم کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو شخص بھی قبلہ کی طرف منہ کر لے وہ کفر کے دائرے سے نکل گیا بلکہ اہل قبلہ کی اصطلاح کا مفہوم یہ ہے کہ وہ شخص ضروریات دین پر صدق دل سے یقین رکھتا ہو۔ جو شخص ضروریات دین کا یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہو اس کا قبلہ کی طرف منہ کر لینا اسے کفر سے نکال نہیں سکتا وہ شخص اہل قبلہ ہی نہیں۔

۳۔ ہم کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے۔ جب تک وہ ضروریات دین میں سے

کسی ایک کا منکر نہ ہو۔

والمراد بالضروریات علی ما اشتهر فی الکتب ما علم کونہ من دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالضرورة بان ثواتر عنہ واستفاض وعلمتہ العامة کالوحدانیتہ والنبوة و ختمہا بخاتم الانبیاء وانقطاعہا بعدہ وکالبعث والجزاء وجوب الصلوة والزکوۃ دحرمة الخرنحوہا وقال لا یجوز الصلوة خلف منکر الشفاعتہ والرویت و عذاب القبر والکرام الکاتبین لا نہ کالکافر لتواتر ہذہ الامور من الشارع علیہ السلام۔

ضروریات دین سے وہ احکام مراد ہیں جو کتابوں میں مشہور ہو چکے ہیں اور دین محمدی میں ان کا ضروری ہونا معلوم ہو چکا ہے بایں وجہ کے رسول کریم ﷺ سے تواتر سے ثابت ہے جیسا توحید باری تعالیٰ، نبوت، ختم نبوت کے بعد حضور اکرم ﷺ کے کوئی نبی نہ آئے گا۔ قیامت کا آنا، مردوں کا زندہ ہونا، جزا و سزا کا ملنا، پانچ نمازوں کا فرض ہونا، زکوۃ کو فرض ہونا، شراب کا حرام ہونا، اس لئے اس شخص کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی جو شفاعت کا منکر ہو۔ یا روایت باری کا، یا عذاب و ثواب قبر کا، یا کراما کا تبین کا، یا نکرین کا منکر ہو۔ کیونکہ یہ مثل کافر کے ہے یہ تمام احکام مذکورہ تواتر سے رسول کریم ﷺ سے ثابت ہو چکے ہیں۔

خلاصہ: احکام شرعی دو قسم کے ہیں۔ اول وہ جو مدار نجات ہیں جن کے متعلق باز پرس ہوگی۔ دوم وہ جو مدار ترقی درجات ہیں۔ قسم اول کی پھر تین قسمیں ہیں۔



۱۔ تصحیح عقائد۔ جس عقیدہ کی تعلیم حضور اکرم ﷺ نے صحابہ گو دی وہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

۲۔ عبادات: نماز روزہ حج زکوٰۃ حرام و حلال وغیرہ۔

۳۔ تمسک: سواد اعظم اور ربط، قیامت میں ان تینوں کے متعلق باز پرس ہو گی۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

ما انابریء من کل مقالة صدرت مخالفة لایة من آیات اللہ او سنت قائمة من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او اجماع القرون المشہود لها بالخیر و مختاره جمہور المجتہدین و معظم سواد الا عظم من العلمین

خوب سن لو! میں ہر اس بات سے بری ہوں جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے کسی آیت کے خلاف ہو یا نبی کریم ﷺ کی سنت کے خلاف ہو یا خیر والقرون کے اجماع کے خلاف ہو یا اس بات کے خلاف ہو جو جمہور مجتہدین نے اختیار کی یا مسلمانوں کے سواد اعظم کے خلاف ہو۔

میں اللہ سے دعا مانگتا ہوں کہ سواد اعظم کے ساتھ ربط اور تمسک کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اسی سے ربط کے ساتھ زندگی بسر ہو اور اسی پر خاتمہ ہو۔

یاد رہے کہ سواد اعظم سے تمسک قابل باز پرس ہے۔

ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملتہ و تفرق امتی علی ثلاثہ و سبعین ملتہ کلہم فی النار الا ملتہ واحدة قالوا من ہی یا رسول اللہ؟ قال ما انا علیہ واصحابی و فی روایۃ وہی الجماعۃ

بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اور میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی اور وہ سارے جہنمی ہوں گے سوائے ایک ملت کے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ملت کون سے ہے۔ فرمایا جو اس روش پر چلے جو میری اور میرے صحابہؓ کی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ ایک جماعت ہے۔

قسم دوم میں نفلیات ذکر اذکار تزکیہ نفس کے لئے ریاضات وغیرہ۔

### ﴿تصوف و سلوک﴾

عقیدہ: ۱۔ قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اور نبی کریم ﷺ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے سارا دین بیان کر دیا ہے۔ اپنی طرف سے دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرنا اور اس سے جزو دین بنانا جس کی اصل خیر القرون میں نہیں ملتی یہ بدعت ہے اور یہ بہت بری اور ناپسندیدہ چیز ہے۔ ہاں علمائے مجتہدین نے اپنے خدا داد علم قرآن و سنت پر غور خوض کر کے جو فقہی مسائل استنباط کئے وہ اجتہاد ہے ایسے عالم اور فقہیہ کو مجتہد کہا جاتا ہے۔

۲۔ مجتہد بہت ہوئے ہیں مگر مشہور چار ہیں جن کے پیرو دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یعنی امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ۔

۳۔ اسی طرح اگر کوئی ولی اللہ اپنے دینی علم یا خدا داد روحانی قوت سے روحانی تربیت کا کوئی طریقہ بتائے اور تربیت کرے تو اسے شیخ طریقت کہتے ہیں۔

۴۔ ایسے اولیا اللہ مجتہد فی التصوف بہت ہوئے مگر تصوف میں چار روحانی

سلسلے بہت مشہور اور رائج ہوئے یعنی سلسلہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، اور نقشبندیہ۔

چار فقہی مسلک اور چار روحانی تربیت کے سلسلوں کو ملا کر ظاہری و باطنی اصلاح کا جو نظام بنتا ہے اسے مسلک اہلسنت والجماعت کہتے ہیں۔ نبوت کا ظاہری اور عملی پہلوں چاروں فقہی مسلوں میں اور نبوت کا روحانی اور باطنی پہلو چاروں روحانی سلسلوں نے سنبھال لیا۔

۶۔ کوئی ولی اللہ خواہ روحانی تربیت سے کتنے بلند درجے پر پہنچ جائے وہ شریعت کے احکام کا مکلف ہے۔

۷۔ بڑے سے بڑا ولی اللہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابہؓ کے درجے کو نہیں پاسکتا۔

۸۔ کرامات اولیاء اللہ برحق ہیں۔ جب کوئی شخص اتباع سنت کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہے خلاف شرع امور سے بچتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا پورا متبع ہے تو یہ رسول اکرم ﷺ کا روحانی بیٹا ہے روحانی میراث اسی کو ملتی اور کرامت جو فرع ہے معجزہ کی دراصل رسول کریم ﷺ کی میراث ہے جو کرامت کی شکل میں خلف الرشید کو منتقل ہوتی ہے۔

۹۔ کسی ولی اللہ کو خواب یا بیداری میں کوئی ایسی چیز معلوم ہو جائے جو عوام کے بس میں نہ ہو۔ اور خرق عادت ہو۔ تو اس کے معلوم ہونے کا ذریعہ کشف یا الہام ہوتا ہے۔

۱۰۔ ولی اللہ کا کشف یا الہام اگر شریعت کے مطابق ہو تو قبول ورنہ مردود۔

۱۱۔ کشف یا الہام ولی شرعی دلائل سے نہیں ان سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں

ہو سکتا یہ مثبت احکام نہیں ہاں مظہر اسرار احکام شرعی ہیں۔

۱۲۔ مکاشفات والہامات، اعمال صالح کا ثمرہ اور پھل ہیں۔ اور یہ مقصود نہیں

مقصود بالذات صرف رضاء الہی اور محبت الہی ہے۔ یہی تصوف و سلوک کا خلاصہ ہے

۱۳۔ جب تک انسان کے ہوش و حواس اور عقل صحیح ہو وہ شرعی احکام کی پابندی کا مکلف ہے۔ خلاف شریعت کام کرنے سے وہ فاسق ہو گا یا فاجر۔

### ﴿صحابہ کرامؓ اور اُمور خرقِ عادت﴾

قاعدہ ہے کہ سورج کے طلوع ہوتے ہی ستارے نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ستارے معدوم ہو جاتے ہیں بلکہ ہر شخص جانتا ہے کہ سورج کی تیز روشنی کے سامنے ان کا نور یوں دب گیا ہے کہ وہ کالعدم تصور ہوتے ہیں اسی طرح اتباع نبوی ﷺ کے ذریعے اولیاء امت میں جو کمالات اور خرقِ عادات پائے جاتے ہیں صحابہ کرامؓ میں وہ کوئی کم نہ تھے مگر وہ سامنے کیوں نہ آئے اور ان کا تذکرہ کتابوں میں اس کثرت سے کیوں نہیں ملتا؟

اس کی وجہ صاف ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے جو معجزات اور خرقِ عادات ظاہر ہوتے تھے اس کی حیثیت یہ تھی کہ آفتاب نصف النہار پر ہے۔ لہذا صحابہ اکرمؓ کے کمالات جو نور نبوت سے ہی مقتبس تھے ان کی حیثیت ستاروں کی مانند تھی اس لئے آفتاب کی روشنی میں وہ معدوم نہیں ہوئے ہاں کالعدم سمجھے گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کی اس حیثیت کی نشاندہی بھی فرمادی کہ اصحابی کالنجوم ان سے جہاں رات کی تاریکی میں پداہیت اور راہنمائی



حاصل کی جاسکتی ہے وہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ آفتاب نبوت کی موجودگی میں ان کے کمالات اس طرح کھل کر سامنے نہیں آئیں گے جیسے اس آفتاب کے اس دنیا کے اوجھل ہونے کے بعد ظاہر ہوں گے۔ پھر جیسا کہ عام مشاہدہ ہے کہ سورج غروب ہوتے ہی گھپ اندھیرا نہیں چھا جاتا اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد شعاع شمس رسالت کلی مشکک کے طور پر موجود تھی۔ اس طرح زمانہ خیر القرون میں مدہم سی روشنی تو لازماً باقی رہی۔

دوسری بات یہ ہے کہ خوارق کے ظہور کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب مسلمانوں پر یقین و ایمان کی کمزروی پائی جانے لگی اور صحابہ اکرامؓ کے ایمان و یقین کو تو خود اللہ تعالیٰ نے معیاری قرار دیا بلکہ بعد والوں کے لئے ایمان کی کسوٹی ہی صحابہ کا ایمان مقرر فرمایا۔ اس لئے صحابہؓ کے عہد میں خوارق کے ظہور کے چند ان ضرورت نہیں تھی۔

تیسری بات خرق عادات کا ظہور حضور اکرم ﷺ سے تو ثابت ہے جس کا اصطلاحی نام معجزہ ہے۔ اور اس پر امت کا اتفاق ہے۔ کہ نبی کا معجزہ امت کو منتقل ہوتا ہے اس وقت اس کا اصطلاحی نام معجزہ کی جگہ کرامت ہوتا ہے۔ ہاں جو نبی کے معجزہ کا ہی منکر ہو اس کو کرامت سے کیا غرض۔ ملا علی القاری نے شرح فقہ اکبر میں معتزلہ کو جواب دیتے ہوئے درست فرمایا کہ معتزلہ چونکہ اس نعمت سے محروم ہیں اس لیے کرامت کے منکر ہیں۔ واقعی محرومی بسا اوقات انکار کا سبب بن جاتی ہے۔ اس انکار پر اگر غور کیا جائے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ پوری امت محمدیہ دین سے بے بہرہ ہے ان میں کوئی ایک بھی کامل صالح اور دین دار نہیں جو نبی کریم ﷺ کی اس میراث کا اہل ہوتا۔

اس احساس محرومی کے نتیجے کے طور پر کسی کمال کے انکار کر دینے کی ایک

تازہ مثال ملاحظہ ہو۔

ہم نے اپنی کتاب دلائل السلوک میں لکھا کہ ”جو شخص دربار نبوی ﷺ میں رسائی نہیں رکھتا اور بیعت لیتا ہے وہ دھوکہ باز ہے ماخوذ ہوگا۔“

پوری بات کو سمجھنے کی کوشش کئے بغیر یا رنگوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ اصول غلط ہے کیونکہ ہمارے اکابر اس کی زد میں آتے ہیں۔ حالانکہ بات بڑی صاف اور سادہ ہے کہ دربار نبوی ﷺ تک رسائی۔ تصوف و سلوک کے مقامات میں سے ایک مقام ہے اور ایسا مقام ہے جہاں سے سلوک کے اعلیٰ مقامات کے لئے فیض ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شیخ اس مقام تک رسائی نہیں رکھتا پھر بھی سلوک طے کرانے کی بیعت لیتا ہے۔ وہ دھوکہ باز نہیں تو اسے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ رہی یہ بات کہ جو حضرات اس مقام تک رسائی نہیں رکھتے وہ بیعت کیوں لیتے ہیں۔ ان دانشوروں سے کوئی پوچھے کہ کیا بیعت کی صرف یہی ایک قسم ہے جیسے بیعت طریقت یا بیعت سلوک کہتے ہیں۔ یا کوئی اور بھی ہے۔ اگر ان حضرات نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا رسالہ بیعت ہی پڑھ لیا ہوتا تو یہ اشکال دور ہو جاتی۔ مگر اتنی زحمت کون اٹھائے۔ اجمالی طور پر یوں سمجھئے کہ شیخ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک جو ظاہری بیعت لیتا ہے۔ احکام شریعت کی بجا آوری کا عہد لیتا۔ نواہی سے روکنا اس کو بیعت ارشاد کہتے ہیں۔ اکثر اکابر علماء یہی بیعت ارشاد لیتے ہیں اور وہ اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جب وہ بیعت سلوک لیتے ہی نہیں تو زد میں کیسے آگئے۔ زد میں تو وہ آئے گا جس کے اپنے لطائف بھی راسخ نہ ہوں۔ اور لوگوں کو حقیقت کعبہ اور مقام رضا تک سلوک طے کرانے کی بیعت لینا شروع کر دے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت کو وضاحت کرتے ہوئے کہتے

ہیں۔

تفسیر مظہری ۶۳-۱۰

ومن ههنا قالت الصوفية ان  
فناء القلب الذي يحصل  
للمنصوفي بال جذب من  
الله تعالى بتوسط النبي ﷺ  
اول مشائخ لواراد واحدان  
يحصل له بالعبادات والر  
ياضات من غير جذب من  
الشيخ فانما يحصل له في  
زمان كان مقداره خمسين  
الف سنة واذالم يتصور بقاء  
احد بل بقاء الدنيا الى هذه  
المدة ظهران الوصول الى  
الله تعالى من غير جذب  
منه تعالى بتوسط احد من  
المشائخ كما هو المعتاد و  
بلا توسط روح رجل كما يكون  
لبعض الاويسين من الافراد۔

اسی بنا پر صوفیائے کرام نے کہا ہے کہ  
فناء قلب جو صوفی کو حاصل ہوتی ہے  
اس کے قلب کا جاذب اللہ تعالیٰ ہوتا  
ہے اور یہ جذب نبی کریم ﷺ کے  
واسطہ سے یا شیخ کے واسطہ سے ہوتا  
ہے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ یہ  
جذب عبادات اور ریاضات سے  
حاصل ہو جائے بغیر تو شیخ سے تو اس  
کے لئے پچاس ہزار سال کی مدت  
درکار ہوگی۔ تو اتنی عمر نہ کسی ایک شخص  
کی ہو سکتی ہے نہ اہل دنیا کی تو ظاہر ہوا  
کہ یہ جذب و وصول الی اللہ نبی کریم  
ﷺ کے واسطہ سے ہو جس کا ذریعہ  
شیخ ہی ہو سکتا۔ یا یہ جذب روح سے  
اخذ فیض کے ذریعہ ہوگا جیسا کہ سلسلہ  
اویسیہ والوں کو ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ سلوک کی اعلیٰ منازل جذب کے بغیر طے نہیں ہوتی۔ اور اس  
کے لئے واحد واسطہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ اور حضور اکرم ﷺ سے رابطہ قائم

کرنے کے لئے شیخ کامل کی ضرورت ہے جو سالک کو دربار نبوی ﷺ تک پہنچا سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو شیخ دربار نبوی تک رسائی نہیں رکھتا اور مقامات سلوک طے کرانے کے لئے بیعت لیتا ہے اسے دھوکہ باز نہ کہا جائے۔ تو اس کے لئے اور کون سی اصطلاح وضع کی جاسکتی ہے۔ ہاں اگر صرف بیعت ارشاد ہی لیتا ہے تو اس کے لئے لفظ کا استعمال ہی بے محل ہے۔ اور اس کا اس کی زد میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے نقش حیات صفحہ نمبر ۹۱ پر ایک عنوان قائم کیا ہے بیعت حضوری بارگاہ حضرت گنگوہی قدس سرہ استفادہ طریقت و روحانیت میں فرماتے ہیں۔ ”نابی صاحبہ نے اپنے ماموں صاحب سے میکے میں ہی سلوک طے کیا تھا اور صاحب کشف و نسبت تھیں اور ان کے ماموں بہت بڑے صاحب نسبت تھے۔ والد صاحب محروم کو انہوں نے ہدایت کی تھی کہ تمہارے گھرانے مرید کرنے کا طریقہ جاری ہے مگر یہ غلط ہے۔ جب تک کسی کامل سے بیعت ہو کر منازل سلوک طے نہ کر لیئے جائیں مرید کرنا جائز نہیں۔ قیامت میں سخت وبال ہوگا۔

لیجئے حضرت مدنیؒ نے دھوکہ بازی کے بعد قیامت کے وبال سے بھی ڈرایا ہے مگر کیا قیامت ہے کہ حضرت مدنیؒ کا نام بیچنے والے جب ہماری کتاب دلائل سلوک میں اس حقیقت کا اظہار دیکھتے ہیں تو دانہ اسپند بن جاتے ہیں اور منازل سلوک تو دور کی بات ہے جن کے پانچ لطائف نہیں وہ بھی شیخ طریقت بنے بیٹھے ہیں اور بیعت طریقت لئے چلے جا رہے ہیں ممکن ہے قیامت کے وبال کا کوئی توڑ ڈھونڈ نکالا ہوگا۔

ہمارے اکابر اکثر بیعت ارشاد لیتے تھے۔ اور جو بیعت طریقت لیتے تھے ان



پر ہمارے بیان کا اطلاق کرنا درحقیقت ان لوگوں کی وکالت کرنا ہے جو واقعہ دھوکہ باز ہیں۔ ہمارے اکابر جو بیعت سلوک لیتے تھے وہ واقعی اس کے اہل تھے میری کہاں جرات ہے۔ اور مجھے کب یہ زیب دیتا کہ میں ان کا ملین کے متعلق ایسے الفاظ کہوں۔

علامہ ابن عابدین نے اولیائے اللہ کے خرق عادات کے ظہور کے سلسلہ میں ایک بیان دیا ہے جس کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے۔

رسائل شامی ۲: ۲۹۴

وانما العجب من بعض اور بعض فقہاء پر تعجب ہوتا ہے کہ جب فقہاء حیث قال فیہا روی ان سے بیان کیا گیا کہ لوگوں نے نویں عن ابراہیم ابن ادھم انہم ذی الحج کو ابراہیم بن ادھم کو بصرہ میں راء وہ بالبصرة يوم الترية دیکھا اور اسی روز مکہ مکرمہ میں بھی دیکھا وفي ذلك اليوم بمكة ان تو فقہاء نے کہا جو یہ عقیدہ رکھے وہ من اعقد جواز ذلك کافر ہوگا۔ حالانکہ انصاف کی بات یہ یکفروالا نصاب ماذکرہ ہے جو امام نسفی نے بیان کی ہے کہ الامام النسفی حين عما جب امام سے کہا گیا کہ کیا یہ کہنا جائز یحکی ان الکعبة تزور ہے کہ کعبۃ اللہ، اولیاء اللہ کی زیارت کو واحدا من الاولیاء هل چلا جاتا ہے تو امام نے جواب دیا کہ یجوز القول به فقال تقض خرق عادت اور کرامت

لعادة به على سبيل الكرامة کے طور پر یہ جائز ہے اور علامہ ابن لا اهل الولاية جائز شخنے نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ امام

عند اهل السنة قالوا علامه  
ابن الشحنة قلت النسقى  
الجن رئيس الاولياء فى  
عصره و قد نقل هذا عنه  
الامام ابن العلاء فى فتاواه و  
نقل فيها عن القاضى الامام  
صدر الاسلام ابى السير  
البذورى فى اصول التوحيد  
ان المشيا من البخارى الى  
مكة جى ليلة واحدة من  
جملته الكرامات الى ان قال  
ثم ذكر حكايات عن الاولياء  
من احياء الموتى و كلامهم  
معهم وانفلاق البحرو  
تسخير الماء و كلام الجمادات  
والحيوانات لهم وطاعات  
الاشياء لهم حتى الجن و  
غير ذلك مما اشتهر و  
تواتر كما ذكر فى الرسالة  
القشيرية

نسقى نجم الدين عمر انسانوں اور  
جنوں کا مفتی ہے اور اپنے زمانے کا  
رئيس اولياء اور اس قول کو امام ابن  
العلاء نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا ہے  
اور قاضی امام صدر السلام ابی السیر  
البذوری نے اصول توحید میں  
نقل کیا ہے کہ بخارہ سے مکہ مکرمہ تک  
ایک دن میں جانا کرامات میں سے  
ہے پھر اولیاء اللہ کی کرامات کا  
ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مردوں کا  
زندہ کرنا پھر ان سے کلام کرنا، دریا کا  
پھٹ جانا پانی کا مسخر ہو جانا۔ پتھروں کا  
اولیاء اللہ سے کلام کرنا حیوانوں کا  
کلام کرنا، اور بہت سی اشیاء کا اولیاء اللہ  
کی اطاعت کرنا حتیٰ کہ جنات کا  
اطاعت کرنا وغیرہ مشہور اور تواتر سے  
نقل ہو کر آیا ہے جیسا کہ رسالہ قشیریہ  
میں مذکور ہے۔

خرق عادت اور کرامات نبی کریم ﷺ کے توسط سے امت کو منتقل ہوتی ہے صحابہ کرامؓ اور اولیاء امت کو نبی کریم ﷺ کے توسط سے یہ شرف حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً صحابہ کرامؓ کے متعلق علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

۱۔ تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۴۰

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مسجد میں نماز پڑھی پھر وہیں بیٹھ گیا اور تسبیح و تہلیل شروع کر دی میں نے محسوس کیا کہ میری پشت کی طرف سے حمد و تسبیح کی آواز سنائی دے رہی ہے اس معجزہ کا حل معلوم کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا۔

<p>حضرت ابی بن کعبؓ حضور ﷺ کے پاس آئے یہ واقع بیان کیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل تھے۔ اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا فرشتوں کو دیکھنا، فرشتہ کی کلام سننا، تو ایک مسلمہ حقیقت ہے اور ایسے امور کی دلیل کے لئے خود قرآن کریم ہی کافی ہے ارشاد باری ہے کہ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں ڈرو مت اور غم مت کرو۔ اور جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس سے</p>	<p>فاتی رسول اللہ ﷺ فقص علیہ فقال ذلک جبرئیل علیہ السلام والاخبار طافحة بروية صحابة رضوان الله للملک وسماعهم کلامه وکفی دلیلا لما تحقق فیہ قوله سبحانه الله تعالى ان الذین قالو ربنا الله ثم الستقاموا تتنزل علیهم الملائكة ان لا تخافوا ولا تحزنوا والبشروا ابالجنة التي كنتم توعدون فان فیها نزل الملک</p>
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

علی غیر الانبیاء فی  
 الدنیا ویتکلم ایاہ ولم یقل  
 احد من الناس ان ذلک  
 لیستدعی النبوة و کون  
 ذلک لان النذول والتکلیم  
 قبیل الموت غیر مفید  
 کمالیخفی وقد ذهب صوفیة  
 الی تخوما ذکرناه قال حجة  
 الاسلام الغزالی فی  
 کتابه المنتقد من الضلال  
 اثناء ارکلام علی مدح  
 اولئک السادة ثم انهم وهم  
 یشاهدون فی الیقظة  
 الملائكة و ارواح الانبیاء  
 علیکھم الصلوة والسلام  
 ویسمعون منهم اصواتهم  
 ویقبضون منهم الفوائد  
 خوش ہو جاؤ۔ اس آیت سے غیر نبی  
 پر فرشتہ کا نزول اور اس سے کلام کرنا  
 ثابت ہے۔ کسی ایک مفسر نے بھی یہ  
 نہیں کہا کہ اس آیت سے نبوت ثابت  
 ہوتی ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کا نزول  
 اور کلام سے مراد موت سے پہلے ہو تو  
 یہ غیر مفید ہے جیسا کہ صاحب عقل  
 سے مخفی نہیں اور جو کچھ نے میں کہا ہے  
 اس کی طرف صوفیائے کرام بھی گئے  
 ہیں۔ ان کا بھی یہی مذہب ہے حجتہ  
 الاسلام امام غزالی نے اپنی کتاب  
 المنتقد من الضلال میں  
 صوفیہ کی بدح و ثناء کے دوران فرمایا  
 کہ صوفیاء کرام فرشتوں کو بیداری  
 میں دیکھتے ہیں انبیاء کرام علیہ السلام  
 کے ارواح کو بھی دیکھتے ہیں۔  
 اور ان ارواح اور ملائکہ کا کلام  
 بیداری میں سنتے ہیں اور ان سے  
 فوائد حاصل کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے متعلق ایسے خرق عادت امور احادیث میں کافی تعداد میں ملتے  
 ہیں اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جو کرامات اولیاء اللہ کی طرف منسوب ہوتی ہیں



وہ صحابہ کرامؓ میں کیوں نہیں ملتیں۔

## ﴿اولیائے اُمت اور خرق عادت اُمور﴾

۱۔ روح المعانی ۲۲:۳۵

قال الشيخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ  
الکیلانی قدس اللہ سرہ میں نے ایک روز نبی کریم ﷺ کو  
رایت رسول اللہ ﷺ قبل نماز ظہر سے پہلے دیکھا حضور ﷺ نے  
الظہر فقال لی یا نبی لم لا فرمایا بیٹا! تم تبلیغ کیوں نہیں کرتے میں  
تتکلم قلت یا ابتاہ فا رجل نے عرض کیا ابا جان! میں عجمی آدمی  
اعجمی کیف رتکلم علی ہوں بغداد کے فصیح لوگوں کے سامنے  
فصحاء بغداد فقال افتح کیسے تقریر کروں تو حضور ﷺ نے فرمایا  
غاک ففتحته فتقل فیہ سبعا منہ کھول۔ میں نے منہ کھولا حضور ﷺ نے  
فقال تکلم علی الناس وادع منہ میں نے سات مرتبہ اپنا لعاب وہن میرے  
الی سبیل ربک بالحکمة منہ میں ڈالا اور فرمایا لوگوں کے سامنے  
والموعظة الحسنة فصلیت بیان کر اور حکمت موعظہ حسنہ سے  
الظہر وجلست وحضرتی لوگوں کو اپنے رب کی طرف دعوت  
خلق کثیر خلق کثیر فارتج دے۔ میں نے نماز ظہر پڑھی اور بیٹھ  
علی فدایت علیکم کرم اللہ گیا بہت سے لوگ میرے گرد جمع  
وجہہ ہو گئے

قائما باذائی فی المجلس  
وقال لی یانبی لم لاتتکلم  
قلت اتباه قدارتج علی فقال  
افتح فاک ففتحته فتقل فیہ  
ستافقلت لم لا تکملها سبعا  
قال ادباء مع رسول اللہ ﷺ  
ثم تواری غنی

مجھ پر ہیبت سی طاری ہو گئی میں نے  
دیکھا کہ حضرت علیؓ میرے سامنے  
کھڑے ہو گئے آپ فرماتے ہیں بیٹا!  
تقریر کر میں نے عرض کیا ابا جان! مجھ  
پر رعب طاری ہو گیا ہے فرمایا منہ کھول  
میں نے منہ کھولا آپ نے چھ مرتبہ اپنا  
لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا میں  
نے عرض کیا کیا سات بار کیوں نہیں؟  
تو فرمایا! حضور ﷺ کے ادب کی وجہ  
سے پھر وہ غائب ہو گئے۔

۲۔ روح المعانی ۲۲: ۳۶

قال رجل للشیخ ابی  
العباس یا سیدی صافحنی  
بلفک هذه فانک لقیت  
رجالا وبلادا فقال واللہ  
ما صافحت بکفی هذه  
الارسول اللہ ﷺ قال  
وقال الشیخ لو حجب  
عنی رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم طرفۃ  
عین ما عدت نفسی

ایک شخص نے شیخ ابو العباس الرسی سے  
عرض کی کہ حضور آپ اس ہاتھ سے  
میرے ساتھ مصافحہ کریں کیونکہ آپ  
نے کئی اہل اللہ کی ملاقات کی ہے اور  
بڑے شہر پھرے ہیں۔ فرمایا میں نے  
اس ہاتھ سے کبھی کسی سے مصافحہ نہیں  
کیا جس سے میں نے رسول کریم  
ﷺ سے مصافحہ کیا پھر شیخ نے فرمایا  
کہ اگر نبی اکرم ﷺ ایک لمحہ کے  
لئے بھی میرے سامنے نہ

من المسلمین و مثل هذه  
النقول کثیر من کتب القوم  
او جھل ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو  
مسلمان شمار نہ کروں گا۔ اس قسم کے  
واقعات صوفیائے کرام کی کتابوں میں  
بکثرت ملتے ہیں۔

تفسیر روح المعانی، قرآن کریم کی شہرہ آفاق تفسیر ہے اور علامہ محمود آلوسی  
متاخرین میں بہت بڑے محقق ہیں۔ صوفیائے کرام کے کلام بالا رواج اور  
روایت انبیاء کے واقعات بیان کرنے کے بعد ایک نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھتے  
ہیں۔

روح المعانی ۲۲: ۳۷

فحصل من مجموع هذا  
الکلام والفقول والاحادیث  
ان النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم حی بجسده وروحه  
الی ان قال فاذا اراد اللہ  
تعالی رفع الحجاب عن  
ارادا کرامه بترویته راه علی  
هیئته الی هو علیہ الصلوۃ  
والسلام لا مانع من ذالک  
ولا داعی التحصیص برویة  
للمثال الی ان قال هذا فی سائر  
الانبیاء علیہم السلام احياء  
اس ساری بحث اور احادیث سے ثابت  
ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں جسم اور  
روح کے ساتھ زندہ ہیں۔ جب اللہ  
تعالیٰ کسی کو شرف بخشے ہوئے اس کے  
لئے حجابات اٹھانے کا ارادہ کرتے  
ہیں تو اس کو حضور ﷺ کی زیارت اسی  
شکل میں کرا دیتے ہیں جس پر آپ  
تھے ایسا ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں  
اور یہ کہنا بھی بلا دلیل ہے کہ جسم  
مثالی کی زیارت ہوتی ہے۔ اس طرح  
تمام انبیاء زندہ ہیں۔

الانبیاء علیہم السلام احياء

اس درو کی یہ کوئی خصوصیت نہیں کہ سطح میں حضرات کو پہلے بھی یہ شکایت رہی کہ صحابہ کرامؓ کو یہ روایت رسول ﷺ کلام بالا روح اور کشف قبور وغیرہ خرق عادت امور بطور کرامت حاصل نہ تھے بعد والوں پر یہ عنایت کیونکر ہو گئی۔ علامہ آلوسی اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

تفسیر روح المعانی ۲۲: ۳۹

وبالجملة عدم ظهوره  
لاولئك الكرام وظهوره  
لمن بعد هم مما يحتاج الى  
توجيه يقنع به ذوالافهام ولا  
يحسن منى ان اقوال كل  
مايخكى من الصوفية من  
ذلك كذب لا اصل له  
لكثيرة حاكيه وجلالة  
مدعيه وكذا لا يحسن منى  
ان اقول انهم راوا النبي ﷺ  
منا ما وظنوا ذلك لخفتر  
النوم وقلة وقته يفطة  
فقالوا راينا يقظة لما فيه  
من البعد ولعل فى  
كلامهم مايا باه وغايته  
ما اقول ان تلك

حاصل کلام یہ کشف قبور یا کلام بالا روح وغیرہ امور صحابہ کرام پر کیوں نہ ظاہر ہوئے اور بعد والوں پر کیوں ظاہر ہوئے یہ سوال اس قبیل سے ہے کہ ایسی توجیہ کی جائے جو ارباب دانش کو کفایت کرے اور میرے لئے یہ مناسب نہیں کہ میں یہ کہوں کہ جو کچھ صوفیہ بیان کرتے آئے ہیں وہ غلط ہے۔

اور اس کی اصل کوئی نہیں کیونکہ یہ واقعات بیان کرنے والی ایک بڑی جماعت ہے جس کا ہر فرد ایک جلیل القدر ہستی ہے اور میں یہ کہنا بھی اچھا نہیں سمجھتا کہ انہیں رسول کریم ﷺ کی حالت خواب میں زیارت ہوئی اور انہوں نے اس کو بیداری



الدوية من خوارق العادة  
 كسائر الكرامات الاولياء الله  
 ومعجزات النبياء عليهم السلام  
 وكانت الخوارق في صدر الاول  
 لقرب العهد يثمنس الرسالة  
 قليلة جدا واني يرانجم تحت  
 اشعاع اويظهر كوكب وقد انتشر  
 ضوء الشمس في البقاع ويمكن  
 ان يكون قد و تع ذلك  
 لبعضهم على سبيل النذرة ولم  
 تقتص للمصلحة افشاه ويمكن  
 ان يقال لم يقع لحكمة الابتلاء  
 اول خوف الفتنة او لان في القوم  
 من هو كالمراة له صلى عليه  
 وسلم

کا معاملہ سمجھ لیا کیوں کہ یہ ان کی شان  
 سے بہت بعید ہے اور شاید صوفیہ کا کلام ایسا  
 ہو جو اس تاویل کی تردید کر دے۔ اس  
 سلسلہ میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ زیارت نبوی  
 ﷺ اور ملائکہ اور ان سے ہم کلام ہونا  
 وغیرہ امور خرق عادت سے ہیں جیسا اولیاء  
 اللہ کی دیگر کرامات اور انبیاء کے معجزے خرق  
 عادت ہوتے ہیں صدر اول میں صحابہؓ نے  
 ان امور کے باکثرت طور نہ ہونے کی وجہ یہ  
 ہے کہ آفتاب رسالت کا زمانہ قریب تھا اور  
 شعاع شمس کے سامنے ستارے کی روشنی کیا  
 ظاہر ہو سکتی ہے۔ کبھی دن کے وقت  
 ستارے کسی کو نظر آتے ہیں اور یہ بھی ممکن  
 ہے کہ صحابہؓ سے ایسے امور کا ظہور ہوا ہو مگر  
 قلیل مقدار میں اور انہوں نے دوسروں سے  
 بیان نہ کیا ہو یا کسی حکمت اور مصلحت کی  
 بناء پر بیان نہ کیا مثلاً کسی فتنہ کے اٹھنے کا  
 خوف ہو اور اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے  
 کہ صحابہ کرام کی حیثیت نبی کریم ﷺ کے  
 سامنے آئینے کی ہو۔

## ﴿روح سے اخذ فیض﴾

روح سے اخذ فیض ایک ایسی حقیقت ہے جس کا علمی طور پر اعتراف اور اظہار کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری نے فرمایا جس کا حوالہ ابھی گذر چکا ہے۔ اس حقیقت کا عملی اظہار امام اللہ شاہ ولی اللہؒ نے ان الفاظ میں فرمایا۔

تفسیر الفوز الکبیر باب رابع ص ۴۳

<p>والقی فی الخاطر من بہو المیض الالہی فنان او من ثلاثة من فنون التفسیر غیر الفنون المذكورة وان سالتنی عن الصدق فانی تلمیذ القرآن العظیم بلا واسطة کمانی اویسی لروح حضرة الرسالة صلی الله علیہ وسلم الذی ہو منبع لفتوح</p>	<p>اور دریائے فیض الہی سے دو یا تین فنون تفسیر قرآن سے میرے دل میں ڈالے گئے جو ان مذکورہ فنون کے علاوہ ہیں اگر آپ مجھ سے صحیح اور سچی بات پوچھیں تو میں کہوں گا کہ قرآن کریم کی تعلیم کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا بلاشبہ شاگرد ہوں جیسا کہ حضور ﷺ سے روحانی اخذ فیض کے سلسلہ میں اویسی ہوں کیوں کہ منبع فیوض حضور اکرم ﷺ کی ذات ہی ہے۔</p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

شاہ ولی اللہؒ کے اس ارشاد سے کئی امور ثابت ہوئے۔

۱۔ روح کا مرکز قبر ہے تعلق علیین سے ہوتا ہے۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات ثابت ہے

۳۔ دنیا میں انسان کو جو علوم حاصل ہوتے ہیں برزخ میں موجود ہوتے ہیں

۴۔ روح سے اخذ فیض کیا جاسکتا ہے۔ روح سے فیض لینے والے کو ایسی

کہتے ہیں۔

۵۔ حضور ﷺ سے روحانی بیعت ہوتی ہے۔ جیسا کہ شاہ صاحب نے حضور

اکرم ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی جس کی تفصیل ہم نے ”دلائل سلوک“

میں دے دی ہے۔

ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ ہم نے اپنی کتاب دلائل سلوک میں ان امور پر تفصیلی

بحث کی تو چند ایک مفتی صاحبان نے عجیب عجیب گوہر فشائی فرمائی ایک مفتی

صاحب نے فرمایا کہ ”ان صاحب کو چونکہ کسی سلسلہ میں اجازت نہیں اس لئے

انہوں نے یہ نیا نظریہ ایجاد کیا جو غلط اور گمراہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ:-

۱۔ یہ نیا نظریہ ہے؟

۲۔ کیا یہ اپنی ایجاد ہے؟

اگر نہیں تو مفتی صاحب کے نزدیک شاہ ولی اللہؒ غلط بھی ہوئے اور گمراہ کن

بھی

ہناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

ایک اور مفتی صاحب لکھتے ہیں ”یہ مدعی خدا رسیدہ نہیں ورنہ یہ فنا اور ترک



پھر فرماتے ہیں:-

مجھ کو اپنا آئینہ بنا۔ مجھ کو اپنے قلب اور باطن کا آئینہ بنا اپنے اعمال کا آئینہ بنا۔ میرے قریب آ اگر تجھ کو دین سنبھالنے کی ضرورت ہے تو میرے پاس آنا ضروری سمجھ“

دعووں کی یہ بھرمار دیکھ کر مفتی صاحب بھلا کیسے چپ رہ سکتے تھے اگر پہلے نہیں تو اب مفتی صاحب بر ملا فتویٰ دے دیں گے۔ کہ غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ خدا رسیدہ نہیں ورنہ فنا اور ترک دعویٰ سے آراستہ ہوتا۔ مگر یہ علم ہی کا کرشمہ ہے کہ ایک مفتی دعویٰ اور دعوت میں تمیز کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھے۔ مگر آدمی کو جب آخرت کی جواب دہی پر یقین ہو تو اس سے بھی بڑی جرات کر سکتا ہے۔

مفتی صاحب کے ذہن سے اگر تحدیث نعت کی ترکیب کے مفہوم کا ذہول نہ ہو گیا ہوتا تو شاید یہ جرات نہ کرتے۔

شاہ ولی اللہ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تو خدا رسیدہ سہی مگر انا سید ولد آدم کو مفتی صاحب دعویٰ کے بغیر اور کیا نام دیں گے؟ اگر یہ دعویٰ ہے تو مفتی صاحب کے فتویٰ کی زد سے کون بچ سکتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے مزلت الاقدام سے محفوظ رکھے۔ اسی طرح جب دلائل السلوک میں تحدیث نعت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے انعام کا ذکر کیا جو دعوت الی الحق کی ایک صورت تھی تو ایک استاذ لا سائذہ یعنی حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحب پکار اٹھے کہ ”ان کے دعائوں سے ڈر لگتا ہے“ میں نے انہیں لکھا کہ یہ دعویٰ نہیں دعوت ہے۔ آپ کو جو موہوم خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے پچاس برس ہو گئے رب العالمین نے اس عاجز کو استقامت علی کتاب و سنت رسول اللہ ﷺ و سبیل مسلمین سابقین سلف صالحین



بخشی ہے آئندہ کیلئے بھی اسی پر بھروسہ ہے اور توفیق کا طالب ہوں مگر اس موہوم خطرہ کے مقابلے میں اپنے بالفعل مسلک اہل سنت والجماعت کی گردن پر جو کند چھری چلائی ہے اس کی بھی کوئی فکر ہے؟ اپنے اپنی مایہ ناز تصنیف ”تاریخ قرآن اور علوم قرآن“ میں جو یہ فتویٰ دیا ہے کہ ”شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں“ آپ کا یہ احسان اہل سنت والجماعت قیامت تک نہیں بھلا سکتے مگر آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے جبکہ شیعہ کے نزدیک تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنا ان کی ضروریات دین میں سے ہے میں نے تحریف کے سلسلے میں شیعہ کا پورا مذہب لکھ کر درخواست کی کہ آپ اس قول سے رجوع شائع کریں۔ مگر آج تک حضرت کو اس کی توفیق نہ ہوئی اور اسی غلط بیانی پر اڑے ہوئے ہیں بلکہ جمے ہوئے ہیں آج یہ بات میں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ کل کوئی شیعہ مناظر یہ نہ کہہ سکے کی کسی سنی عالم نے مولانا افغانی کے عقیدہ کی تردید نہیں کی۔

عجیب بات ہے کہ ایک طرف دینی حس کی بیداری کا یہ عالم کہ ایک موہوم خطرے کے غم میں گھلے جا رہے ہیں دوسری طرف دینی جمود کا یہ حال کہ کفر کو اسلام کا نام دینے پر اصرار ہے۔

جو چاہے آپ کا علم کرشمہ ساز کرے۔

۲۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں: المتقدم من الضلال ص ۵۰

ومن	اول	الطريقة	تبتد	طريقة صوفیہ میں اول ہی مشاہدات اور
المشاهدات	والمکات	صفات	مکاشفات شروع ہو جاتے ہیں یہاں	
حتى	انهم	فی	يقظهم	تک کہ بیداری میں صوفیہ کرام ملائکہ کو
				يشاهدون الملائكة

وارواح الانمياء و يسمعون  
منهم امواتا ويقتبسون منهم  
الفوائد

اور انبياء کے ارواح کو دیکھتے ہیں اور ان  
کی کلام سنتے ہیں اور ان سے اخذ فیض  
کرتے ہیں۔

۳۔ ترجمان حقیقت علامہ علی القاری لکھتے ہیں۔

جمع الوسائل فی شرح الشماک ۲: ۲۳۷

عن ابی جمرة المارزی  
والیافعی وغیرہم  
وجملات من الصالحین  
انہم راوا النبی ﷺ یقظة الی  
ان قال کان الامام عبدالقادر  
الجيلانی کما ہو فی عوارف  
المعارف والامام ابوالحسن  
الشاذلی کما دکاه التاج ابن  
عطاء اللہ و کما حبه الامام  
ابی لعباس المرسی والامام  
علی الوفاء والقطب  
القسطلانی والسید نورالدین  
الایجی و برای علی ذلک  
الغزالی فی کتابه المتقد  
الخ۔

علامہ ابن ابی جمرہ، مازری اور امام یافعی  
وغیرہ اور صالحین کی ایک بڑی جماعت  
سے مذکور ہے کہ انہوں نے نبی کریم  
ﷺ کو بیداری کی حالت میں دیکھا  
اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس طرح  
کیا کہ جیسا عوارف المعارف میں مذکور  
ہے۔ اور اسی طرح کہا امام ابوالحسن  
شاذلی نے جیسا کہ بیان کیا اس کو علامہ  
تاج بن عطاء اللہ نے اور جیسا کہ آپ  
کے رفیق امام ابوالعباس مرسی نے کہا۔  
اور امام علی الوفا نے اور علامہ محدث و  
قطب قسطلانی نے، اور سید نور دین ایجی  
نے اور امام غزالی اپنی کتاب المنقذ  
میں اسی روش پر چلتے اور

الی ان قال و نحن نعلم انہ ﷺ حی فی تبرہ یصلی و اذا اکرم انسان بوقوع بصرہ علیہ السلام فلا مانع ان یکرم لمحادثته و مکالمۃ و سوالہ من اشیاء و انہ یجلیبہ عنہا و هذا کله غیر منکر شوعاً و عقلاً و اذا کانت المقدمات و النتائج غیر منکر عقلاً و شرعاً فانکار ہما و انکار احدہما غیر ملتفت الیہ وہ معول علیہ و منکر ذلک ان کان ممن یکذب یکرامات الاولیاء فلا بحث ممہ التفات ہی نہیں ایسا انکار نا قابل اعتبار لانہم کذب بما اثبتہ السنۃ ہے۔

اگر بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت یا حضور ﷺ سے کلام کرنے کا منکر ان لوگوں میں سے ہے جو کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہیں تو اس سے بحث ہی نہیں کیونکہ وہ ایسی چیز کا منکر

ہم جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو نبی کریم ﷺ کی زیارت نعمت سے نوازے تو شرعاً یا عقلاً اس امر میں کوئی معافی نہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ سے کلام بھی کرے اور وہ حضور ﷺ سے اپنے مسائل پوچھے۔ حضور اکرم ﷺ اس کو جواب دیں یہ سب امور نہ شرعاً محال ہیں نہ عقلاً اور جب مقدمات اور نتائج یعنی حضور ﷺ کی زیارت کا ہونا حضور ﷺ سے گفتگو کرنا سوال و جواب ہونا شرعاً و عقلاً جائز ہوئے تو زیارت نبویؐ کان ممن یکذب یکرامات الاولیاء فلا بحث ممہ التفات ہی نہیں ایسا انکار نا قابل اعتبار لانہم کذب بما اثبتہ السنۃ ہے۔

ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہے  
 لہذا وہ منکر کتاب و سنت ہوا۔

کرامات اولیاء کے متعلق امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں مکتوبات  
 صفحہ نمبر ۲۱۶-۱۲۱۔ بلکہ صور مثالیہ ایشان را در امکان متعدد ظاہر سازندہ و  
 در مسافات بعیدہ کارہائے عجیبہ و غریبہ ازاں صور بظہور آرند کہ صاحب آں  
 صور را از آنہا اصلاً اطلاع نیست۔ از ماثما بہانہ بر ساختہ اند حضرت مخدومی قبلہ گاہی  
 قدس سرہ می فرمودند کہ عزیزے میگفت عجائب کار و بار است مردم از اطراف و  
 جوانب می آیند بعض میگویند کہ ترا در مکہ معظمہ دیدہ ایم و در موسم حج حاضر و با اتفاق  
 حج کردہ ایم و بعض دیگر میگویند کہ ترا در بغداد دیدہ بودیم و اظہار آشنائی می  
 نمائند و من از خانہ خود ہرگز نہ برآمدہ ام و ہرگز این قسم مردم اندیدہ ام۔

خلاصہ ترجمہ: اولیاء اللہ کی صور مثالیہ متعدد مقامات میں ظاہر ہوتی رہتی  
 ہیں حالانکہ صاحب صور کو اس کا قطعاً کوئی علم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حضرت مخدومی  
 قبلہ گاہی نے فرمایا کہ کوئی کہتا ہے کہ میں نے آپ کو مکہ مکرمہ میں دیکھا ساتھ حج  
 کیا دوسرا کہتا ہو ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا۔ حالانکہ میں اپنے گھر سے باہر  
 ہی نہیں نکلا اور نہ ہی میں نے ان لوگوں کو کبھی دیکھا ہے۔“

امام صاحب نے اولیاء اللہ کی صور مثالیہ کے یہ حالات بیان فرمائے ہیں اور  
 روح تو مجسم چیز ہے۔ ذی عقل، ذی فہم، ذی حس و حرکت۔ صاحب کلام اسماع  
 بصر اس سے فیض ملنا کیوں محال ہے۔ جب کہ صور مثالیہ سے فرق عادت امور  
 مسلمہ حقیقت ہیں۔

روح سے اخذ فیض کا اصطلاحی نام اویسیت ہے۔ اور ایسے لوگوں کو اویسی

کہتے ہیں اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ ہمعات صفحہ ۲۱  
حاصل کلام ایں است کہ یک خانوادہ میان مشائخ عظام اویسی است کہ اکثر  
بزرگان دریں خانوادہ بردند و سردار سلسلہ ایشان خواجہ اولیس قرنی است کہ لجب  
باطن از سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تربیت یافتہ پس حضرت شیخ بدیع الدین ہم  
پیر اویسی است کہ در باطن تربیت از روحانیت حضرت پیغمبر یافتہ است و از کبار  
مشائخ ہندوستان است“

خلاصہ ترجمہ: ان تمام خانوادوں میں مشائخ عظام کا ایک خانوادہ اویسی ہے۔  
کہ اکثر اولیاء اللہ اسی سلسلہ میں ہوئے ہیں اس سلسلہ کے سردار خواجہ اولیس قرنی  
ہیں کہ قلبی محبت سے حضور اکرم ﷺ سے انہوں نے تربیت حاصل کی پھر شیخ بدیع  
الدین پیر اویسی ہیں۔ انہوں نے بھی تربیت روحانی حضور اکرم ﷺ کی  
روح پر فتوح سے حاصل کی۔ اور آپ ہندوستان کے کبار مشائخ میں ہوئے ہیں

شاہ صاحب کی خوش نصیبی کہیے کہ کراچی کے مفتی صاحب اس وقت موجود نہ  
تھے ورنہ فتویٰ داغ دیتے کہ یہ نیا نظریہ غلط اور گمراہ کن ہے۔

تراگا ہے گریبانے نہ شد چاک: چہ دانی لذت دیوانگی را  
تیرا گریبان کبھی چاک نہیں ہوا تجھے کیا خبر دیوانگی کی لذت کیسی ہے۔  
جب تجھے چاند نظر نہیں آیا تو ان لوگوں پر اعتماد کر جنہوں نے اپنی آنکھوں  
سے دیکھا ہے۔

عمر ضرب یضرب پڑھاتے گزر گئی روح کی دنیا کو جھانک کر دیکھنے کا موقع  
بھی نہ ملا۔ مفتی بیچارے معزور ہیں۔

پھر شاہ صاحب سلسلہ اویسیہ کی ایک خصوصیت بیان فرماتے ہیں۔



وتسلسل خرقہ دریں طریقہ اگرچہ متسلل است اما تسلسل اخذ نسبت دریں طریقہ متصل نیست یک بارہ تسلسلہ ظاہر میشود ہے بطریق اویسیہ باطن سے ظاہر ہوتا ہے۔

بعد از ان مفقود میگردد دہان بطریق اویسیہ باطن ظہور مینماید این طریقہ بحقیقت ہم اویسیہ است متوسلان این طریقہ در رد حانیاں علوی و بڑے بلند مرتبہ اور ہیبت کے مالک مہا۔ بتئے دارند ہوتے ہیں۔

شاہ صاحب نے دو باتیں واضح فرمادیں کہ سلسلہ اویسیہ میں اخذ نسبت میں تسلسل شرط نہیں کیونکہ مذکور غیب رہنے کے بعد پھر ظاہر ہوا کرتا ہے۔ دوسری بات کہ تمام سلاسل میں یہ سلسلہ اعلیٰ ارفع اور اقویٰ ہے۔ پھر حضرت شاہ ولی اللہ روح سے اخذ فیض کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہیں۔

وبالجملہ ایسے اسباب یہ تمام اسباب اس امر کے مقتضی ہیں  
مقتضیٰ آن شدند کہ امروز کہ اگر آج کسی شخص کو کسی خاص روح  
اگر کسی را مناسبت بروح سے نسبت اور رابطہ حاصل ہو جائے تو  
خاص پیدا شود واز آنجا کہ فیض اخذ کرے گا یہ  
نجافیض بردارد غالباً ربط رسول اکرم ﷺ کی روح پر فتوح  
بیرون نیست از آنکہ ایسے ہو تو فیض حضور اکرم ﷺ سے  
معنی بہ نسبت حضور ﷺ حاصل کرے گا اگر حضرت علیؑ کے روح  
باشد یا بہ نسبت حضرت سے نسبت اور ربط ہوا تو ان سے اور اگر  
امیرالمومنین علی کرم اللہ یہ ربط حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی  
وجہ یا بہ نسبت غوث روح سے ہوا تو وہاں سے فیض حاصل  
جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کرے گا۔

یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ اخذ فیض کے لئے نسبت اور ربط بالشیخ شرط ہے  
ورنہ حصول فیض محال ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نسبت اویسیت کے متعلق فرماتے ہیں:

شفاء العلل شرح قول الجلیل صفحہ ۱۷۸

”میں نے ولی نعمت یعنی مصطفیٰ سے پوچھا کہ شیخ ابوعلی فارمدیؒ کو کہ ابوالحسن  
خرقانی کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اس رسالہ میں کیوں نہ ذکر فرمایا۔ فرمایا کہ یہ  
نسبت اویسیت کی ہے۔ یعنی روح فیض ہے اور اس رسالہ میں عرض یہ ہے کہ  
نسبت صحبت کی من وعن عالم شہادت میں جو ثابت ہے مذکور ہو۔ لیکن اویسیت

کی نسبت قوی اور صحیح ہے۔ شیخ ابوعلی فارمدی کو ابو الحسن خرقانی سے روحی فیض ہے ان کو بایذید بسطامی کی روحانیت سے اور ان کو امام جعفر کی روحانیت سے تربیت ہے۔ چنانچہ رسالہ قدسیہ میں خواجہ پارسانے ذکر کیا۔

والامام جعفر الصادق	امام جعفر صادق کو اپنے نانا قاسم
ایضا انتساب الی جدہ ابی	بن محمد بن ابی بکر صدیق سے فیض
امہ القاسم بن ابی بکر	حاصل ہوا ان کو سلمان فارسی سے اور
صدیق عن سلمان الفارسی	انکو ابو بکر صدیق سے اور ان کو نبی کریم
عن ابی بکر الصدیق عن	ﷺ سے فیض حاصل ہوا
رسول اللہ ﷺ	

مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۲۲۰

اتفاقاً دریں وقت گزر	اتفاقاً ایک بزرگ کے مزار پر گزر
بر مزار عزیزے افتاد و دریں	ہوا۔ صاحب مزار کو اس کشفی معاملہ
معاملہ آن عزیز را امد و	میں اپنا ممدو معاون بنایا۔ چنانچہ اس
معاون خود کرد دریں اثناء	دوران اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مجھ پر
عنایت خداوندی جل شانہ	مسئلہ کی حقیقت کا حقہ واضح ہو گئی اور
در رسید و حقیقت معاملہ	نبی کریم ﷺ کی روح پر فتوح
را کماینبغی و نمود	سامنے آئی اور دل غمگین کو تسلی دی اور
روحانیت حضرت رسالت	معلوم ہوا کہ قرب خداوندی کا حصول
خاتمیت علیہ اسلام کہ	فضیلت کی ہے اور جو قرب آپ کو حاصل
رحمت عالمیاں است دریں	ہوا ہے یہ قرب ظلی ہے
وقت حضور	

ارزنی فرمود و تسلی خاطر  
 حزین نمود و معلوم گشت کہ  
 آری قرب الہی موجب فضل  
 کلی است اما این قرب کہ ترا  
 حاصل شدہ است قرب ظلی  
 است

ظاہر ہے کہ حضرت مجددؑ کو صاحب مزار کی روح اور حضور اکرم ﷺ کی  
 روح پر فتوح سے فیض حاصل ہوا اور عقدہ کھل گیا۔

### ﴿ علمائے دیوبند اور روح سے اخذ فیض ﴾

نمبر ۱۔ تذکرہ الرشید ۲: ۱۰۸ سلسلہ اویسہ کا ذکر یوں ہے۔

”خواجہ ابوعلی فارمدی کو نسبت اویسیت حاصل ہے ابوالحسن خرقانی کے ساتھ۔  
 اور ان کو بایزید بسطامی سے روحی فیض پہنچا اور ان کی تربیت امام جعفر صادق کی  
 روحانیت سے ہوئی اور امام جعفر کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر کے ساتھ  
 انتساب حاصل ہے۔ ان کو سلمان کے ساتھ، ان کو خلیفہ رسول اللہ صدیق اکبر  
 ابوبکر صدیقؓ بن ابی قحافہ کے ساتھ اور صدیق اکبر نے جو کچھ حاصل کیا سرور  
 عالم ﷺ سے حاصل کیا۔ اس نسبت اویسہ کو صدیقہ نقشبندیہ نظامیہ قدوسیہ  
 کہتے۔“

نمبر ۳۔ تذکرہ الرشید ص ۲ تا ۱۹۷

”ایک روز مولوی امیر شاہ خان صاحب نے حضرت اقدس سرہ کے سامنے ایک جوان کا قصہ بیان کیا (طویل قصہ) حضرت اقدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ”بھائی یہ کچھ زیادہ غلبہ نہیں کیونکہ جو ان مذکور کو آنکھیں بند کرنے اور قلب کی طرف متوجہ ہونے کی نوبت پہنچتی تھی، میرا حضرت حاجی صاحب کے ساتھ برسوں یہ تعلق رہا کہ بغیر آپ کے مشورہ کے میری نشست و برخاست نہیں ہوئی“ حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے۔ اور اس کے ساتھ رسول کریم ﷺ سے برسوں یہی تعلق رہا۔“

حضرت گنگوہی کے اس ارشاد سے حیات نبوی بھی ثابت ہوئی، بیداری میں زیارت رسول ﷺ بھی اور اخذ فیض از روح بھی ثابت ہوا۔

۲۔ تذکرہ الرشید ص ۲: ۱۰۹

حضرت امام ربانی قدس سرہ (رشید احمد گنگوہی) کا تربیت باطنی و فیوضات روحانی میں قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کی ذات بابرکات کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھنا نسبت اویسیت و فیضان روحانیت کے علاوہ سلاسل اربعہ میں واسطہ حاصل ہے۔“

۴۔ تذکرہ الرشید ص ۲: ۲۶۶

”ایک بار ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور زندگی سے مایوسی ہوئی تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغیر سنی کا تردد تھا۔ اسی وقت رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ تشریف لائے اور فرماتے ہیں ”تو کا ہے کا فکر کرے ہے جیسے تیری اولاد ویسے میری بھی“ آپ کو اطمینان ہو گیا۔“



## ۵۔ نقش حیات ص ۱۰۵

”مدینہ منورہ میں عجیب کیفیات و تیز روشنی دائیں بائیں معلوم ہوتی تھی مدینہ منورہ میں بھی اور احمد آباد جیل میں بھی کبھی کبھی رہتی تھی جس سے حضرت قدس سرہ العزیز اور جناب رسول خدا ﷺ کی روحانی امداد معلوم ہوتی تھی“

## ۶۔ نقش حیات ص ۱۷۳

”ایام تحریک خلافت ایک بزرگ نقشبندی دیوبند آئے۔“ مولانا نانوتوی کا وصال ہو چکا تھا حضرت نانوتویؒ کے مزار پر حاضر ہو کر مراقب ہوئے دیر تک مراقبہ میں رہے بعد میں فرمایا میں نے مراقبہ میں حضرت نانوتوی سے خلافت کی تحریک میں حکام کی سختیوں کا تذکرہ کیا تو حضرت مولانا محمود الحسن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مولوی محمود حسن عرش خداوندی کو پکڑ کے اسرار کر رہے ہیں کہ انگریز کو جلد ہندوستان سے نکال دیا جائے“

یہ مولانا مدنیؒ کا بیان ہے۔ اس کے کئی امور ثابت ہوئے مثلاً: روح سے کلام، کشف قبور، روح کا قبر میں ہونا، روح کو دنیا کے حالات معلوم ہونا، برزخ میں دنیا والوں کے لئے دعا یا بد دعا کرنا، روح سے فیض حاصل ہونا۔

۷۔ فتاویٰ درالعلوم دیوبند ص ۱۳۹

عنوان: سلسلہ اویسیہ کی تحقیق

سوال: سلاسل اولیاء کرام میں سے کوئی سلسلہ اویسیہ بھی ہے یا نہیں؟

حضرت اولیس قرنی سے کوئی مرید بھی ہوا کہ نہیں؟

آج کل ان کے سلسلے میں کوئی شخص مرید کرتا ہے؟

اور اولیس قرنی کے حالات میں کون سی کتاب ہے۔ علماء طریقہ اویسیہ کے

منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ جو شخص اویسیہ طریقے میں مرید ہو وہ کافر ہے۔

الجواب:

اویسہ طریقہ کے معانی اب اصطلاحاً یہ ہیں کہ جس بزرگ کو کسی دوسرے بزرگ سے روحانی فیض حاصل ہو اور بظاہر فیض صحبت حاصل نہ ہوا ہو اس کو کہا جاوے گا یہ بطریق اویسہ ان کو فیض حاصل ہے۔ جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ سے مولانا خرم علی مترجم قول جمیل نقل فرماتے ہیں کہ مولانا نے فرمایا کہ میں نے حضرت ولی نعمت سے پوچھا کہ شیخ ابوعلی فارمدی کو کہ ابو الحسن خرقانی کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اس رسالہ میں کیوں نہ ذکر کیا؟ فرمایا یہ نسبت اویسہ کی ہے یعنی روحی فیض ہے اور اس رسالہ میں عرض یہ ہے کہ جو نسبت صحبت من وعن عالم شہادت میں ثابت ہے وہ مذکور ہے۔ لیکن اویسہ کی نسبت قوی اور صحیح ہے۔ شیخ ابوعلی فارمدی کو ابو الحسن خرقانی سے روحی فیض ہے ان کو بایزید بسطامی کی روحانیت سے اور ان کو امام جعفر کی روحانیت سے تربیت ہے۔

چنانچہ رسالہ قدسیہ میں خواجہ محمد پارسا نے ذکر کیا ہے "اس عبارت سے واضح ہوا کہ نسبت اویسہ کے معانی روحانی فیض کے ہیں۔ اور یہ نسبت قوی اور صحیح ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نسبت اویسیت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت اولیس قرنی سے کوئی مرید ہوا اور یہ بھی واضح ہوا کہ نسبت اویسیت کا انکار غلط ہے۔ چونکہ اولیس قرنی کو آنحضرت ﷺ سے روحی فیض حاصل ہوا ہے۔ صحبت آنحضرتؐ کی ان کو حاصل نہیں ہوئی جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

خیر التابعین اویس القرنی او کما قال ﷺ اس لئے جس کو روحی فیض حاصل ہو گا کسی بزرگ سے اس کو نسبت اویسہ سے تعبیر کریں گے۔"

ضرور مشائخ اولیائے کرام اور قبور اولیائے کرام سے فیوض باطنی اور برکات کے حاصل ہونے کا عقیدہ اہل سنت میں اتفاقی اور اجماعی ہے۔ جیسے علمائے

دیوبند نے ایک مستقل رسالہ ”عقائد علمائے دیوبند“ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ پھر اس پر مختلف ملکوں کے سینکڑوں علماء کی تصدیقات ہیں۔

۸۔ عقائد علمائے دیوبند ص ۳۵ تا ۳۷

السؤال الحادی عشر هل يجوز عندكم الاشغال باشغال الصوفية وبيعتهم وهل تقرر ان يعجز وصول القيوض الباطنية عن صدور اکابر و قبورهم و هل ليسقيد اهل السلوك من روحانية المشائخ الاجلته ام لا

سوال نمبر ۱۱: کیا صوفیاء کے اشتغال میں مجوز عندکم الاشغال باشغال الصوفية وبيعتهم؟ تمہارے نزدیک جائز ہے؟ اور کیا اکابر کے سینوں اور ان کی قبور سے باطنی فیضان پہنچنے کے تم قائل ہو یا نہیں اور مشائخ کی روحانیت سے اہل سلوک کو کوئی نفع پہنچتا ہے یا نہیں؟

۹۷

الجواب:

يستحب عندنا اذا فرغ الانسان من تصحيح العقائد وتحصيل المسائل الفرودية من الشرع ان يبایع شيخا راسخا في شريعته زاهدا في الدنيا وراغباً في الآخرة وقد قطع عقبات النفس وتمرن في

ہمارے نزدیک پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ انسان جب عقائد کی درستگی اور شرع کے مسائل ضروریہ کی تعلیم سے فارغ ہو جائے تو ایسے شیخ سے بیعت ہو جائے جو شریعت پر چلنے میں راسخ شریعیہ زاہدا فی دنیا وراغباً فی الآخرة وقد قطع عقبات النفس وتمرن فی

چکا ہو، نجات دلانے والے اعمال کا

المبخیات و تبطل عن  
 المهدکات کاملاً مکماً و  
 یضع یدہ فی یدہ و یحبس  
 فی نظره و یشغل باشغال  
 الصوفیة من الذکرو الفکرد  
 والفناء الکلی فیہ و یکتسب  
 النسبة التي هی نعمة  
 العظمه والغنیمه الکبری  
 وهی المعیر عنها بلسان  
 الشرع بالاحسان وامامن لم  
 تبسیر ذلک ولم یقدر له  
 ما هناک فیکفیہ الانسلاک  
 بسلاکهم والانخراط فی  
 حزبهم فقد قال رسول اللہ  
 صلی علیہ وسلم المراء مع  
 من احب اولئک قوم لا  
 یشقی جلیسهم ونحمد اللہ  
 تعالیٰ و حسن العامہ نحن  
 ومشا نحنا قد دخلوا فی  
 بیعتهم واشتغلوا باشغالهم

خوگر ہو۔ تباہ کرنے والے اعمال سے  
 علیحدہ رہنے والا ہو۔ خود کامل ہو  
 اور دوسروں کو صاحب کمال بنا سکتا ہو۔  
 ایسے مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر  
 اپنی نظر کو اس کی نظر میں بند رکھے  
 صوفیاء کے اشغال یعنی ذکر و فکر میں  
 قائم رہے تاہم کے ساتھ مشغول میں مشغول  
 ہو اس نسبت کو حاصل کرے جو سب  
 سے بڑی نعمت اور غنیمت ہے۔ جس کو  
 شریعت کی زبان میں احسان کہتے ہیں  
 اور جس کو یہ نعمت میسر نہ آ سکے اور  
 یہاں تک پہنچنے کی ہمت نہ ہو اس کے  
 لئے اہل اللہ کے سلسلے میں شامل ہو جانا  
 بھی کافی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ  
 نے فرمایا آدمی اس کے ساتھ ہے جس  
 کے ساتھ اسے محبت ہے۔ یہ ایسے لوگ  
 ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں  
 رہ سکتا اور بحمد اللہ ہم اور ہمارے مشائخ  
 ایسے اہل اللہ کی بیعت میں داخل ہیں۔

وقصد الارشاد والتلقين  
والحمد لله على ذالك  
واما استفادة من روحانية  
المشاخ الاجلة ووصول  
الفيوض من صدورهم و  
قبورهم نصحيح على  
الطريقة المعروفة في اهلها و  
خواصها لا يماهو شائع جى  
العوام

اور ان کے اشغال میں مشغول اور  
ارشاد و تلقین کے در پے ہیں الحمد للہ  
علی ذلک رہی بات مشائخ کی  
روحانیت سے استفادہ کرنے اور ان  
کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیض  
حاصل کرنے کی۔ سو بے شک یہ صحیح  
ہے مگر اس طریقہ سے جو فیض حاصل  
کرنے کے اہل خواص میں جانا  
پہچانا ہے اس طریقہ سے نہیں جو جاہل  
عوام میں رائج ہے۔

اس فتویٰ کی عبارت نے کوئی امور کی وضاحت ہوتی ہے۔

نمبر ۱۔ علوم نقلیہ شرعیہ ظاہریہ جو کتابوں کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں۔ ان  
کے علاوہ دوسرے علوم شرعی بھی ہیں جو کتابوں سے نہیں، بلکہ اولیاء اللہ کے  
سینوں سے القائی اور انعقاسی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔ اگر شیخ زندہ ہو، اور اولیاء  
کی قبور سے حاصل ہوتے ہیں۔ اگر ربط بالشیخ روحانی طور پر ہو چکا ہو۔

نمبر ۲۔ ان روحانی علوم اور اسرار کے حصول کے لیے پہلے تصحیح عقائد مسائل  
شرعیہ ضروریہ کا علم حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنا درجہ مبادلی اور قواعد کا رکھنا  
ہے۔ کیونکہ ان کو درجہ قرب فرائض کا حاصل ہے اور اشغال صوفیاء کا درجہ قرب  
نوافل کا ہے۔ اور ظاہر ہے قرب فرائض کے حصول کے بغیر قرب نوافل کی توقع  
رکھنا ایسا ہی ہے جیسا بیج اور جڑ کے بغیر پھل کی توقع رکھنا۔



نمبر ۳۔ تصوف و سلوک اسی حقیقت کا دوسرا نام ہے جس کو حدیث کی اصطلاح میں احسان کہا جاتا ہے۔ جس کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کی جآء جبرئیل یعلمکم دینکم واضح فرمادیا کہ یہ دین کا جزو ہے کوئی شے زائد نہیں نہ دین سے خارج ہے۔

نمبر ۴۔ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے اس نعمت عظمیٰ کے حصول سے قاصر ہو تو اہل اللہ کے سلسلے میں منسلک ہو جائے۔

نمبر ۵۔ اہل اللہ کے ساتھ منسلک ہو کر ان کی مجلس میں بیٹھنے والا محروم نہیں اگر کوئی بد بخت اور بر خود غلط آدمی ان دونوں سے محروم ہو تو کم از کم اس جزو دین کو بدعت کہنے سے پرہیز کرے۔ ایسا نہ ہو کہ خود گمراہ ہونے کے علاوہ دوسروں کی گمراہی کا سبب بن جائے۔

نمبر ۶۔ یہ علمائے دیوبند کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ جو اس اقتباس میں بیان کیا گیا ہے۔

نمبر ۷۔ حکایات اولیاء۔ مولانا اشرف علی تھانوی  
”مولانا محمد قاسم نانوتوی“ بانی درالعلوم دیوبند جب حج پر تشریف لے جا رہے تھے۔ ساتھیوں سے فرمایا:-

”بھئی! میں بخلا سے ضروری جاؤں گا اور حضرت راؤ عبداللہ شاہ کو ضرور ملوں گا۔ مل کر رخصت ہونے لگے تو فرمایا حضرت میرے لئے دعا فرمائیے۔ اس پر انہوں نے فرمایا۔ بھائی! میں تیرے لئے کیا دعا کروں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دونوں جہاں کے بادشاہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بخاری پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔“

شاہ ولی اللہؒ کا حضور اکرم ﷺ سے قرآن مجید پڑھنے کا واقعہ گزر چکا

ہے۔ اس واقعہ سے مولانا نانوتویؒ کا حضور اکرم ﷺ سے حدیث پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ روح سے فیض باطنی اخذ کرنے میں تو کوئی اشکال نہیں۔ اس واقعہ سے تو ظاہری علوم کی تعلیم بھی اہل قبور اور اہل برزخ سے ثابت ہے۔

ایسی کتابیں چونکہ خارج از نصاب ہیں اس لئے کراچی کے مفتی صاحب کی نگاہ اس پر نہ پڑھے گی ورنہ مولانا تھانویؒ کے خلاف فتوے صادر کر دیتے کہ نیا طریقہ ایجاد کیا ہے جو غلط اور گمراہ کن ہے۔

غالباً اسی وجہ سے مولانا مدنیؒ ”نقش حیات ص ۵۵۲ پر فرماتے ہیں:

”جیسا کہ ہمیشہ کہ مشہور مولویوں اور پیروں سے امید نہ رکھنی چاہئے“

واقعی ۔۔۔ : از چہیں مرداں امید چہ امید ہی

نمبر ۱۰۔ خدام الدین۔ مولانا بنوری ص ۶۹

”مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم ایک نقشبندی قابلی اہل دل شیر آغا کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور کئی ماہ تک نقشبندی طریقہ کے مطابق مراقبہ اور دیگر صوفیانہ اشغال میں مشغول رہے۔ پشاور کے پاس ایک بزرگ حضرت عبدالغفور کے مزار پر بیٹھ کر اشغال میں رہتے تھے۔ فرماتے تھے تحدیث نعمت کے طور پر کہ میرے سات کے سات لطائف جاری ہو گئے۔“

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ مولانا بنوری حضرت عبدالغفور صاحب کی قبر پر جا کر اشغال جاری رکھتے تھے۔ ان کی روح سے اخذ فیض کے بعد سارے لطیفے منور ہو گئے اسی کو فیض بطریق اویسیہ کہا جاتا ہے۔ یہی روح ولی اللہ یا روح پر فتوح نبی کریم ﷺ اس کا مرشد ہوگا۔ اسی سے بیعت بھی ہوگی۔ یہی روحانی بیعت ہوتی ہے، روح سے فیض ہونا خرق عادت اور کرامت کے طور

پر ہوتا ہے۔ اسی طرح بیعت روحانی بھی خرق عادت ہے۔ بعد بر خود غلط آدمی کہہ دیتے ہیں کہ یہ بات سابقہ صوفیا سے منقول نہیں۔ مگر سوال یہ ہے آپ نے تصوف کی کتابوں کا مطالعہ ہی کب کیا ہے؟ کیا امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ سے بیعت منقول نہیں؟ کیا سینکڑوں صوفیاء سے نبی اکرم ﷺ سے مصافحہ منقول نہیں۔ حضور ﷺ سے مصافحہ اور بیعت میں کیا فرق ہے؟ حضور اکرم ﷺ سے کلام ثابت ہے، مصافحہ ثابت ہے، بیعت ثابت ہے، بالفرض اگر صوفیاء سے منقول نہ ہوتا تو عدم ذکر شے سے عدم شے کب لازم آگیا۔ پھر اس روحانی بیعت میں کون سا شرعی قانون ٹوٹتا ہے؟ کون سی شرعی قیاحت لازم آتی ہے؟

مولانا بنوریؒ کو تو قبر سے فیض ہوا۔ سات لطائف جاری ہو گئے، مگر ان انقلابات ہیں زمانے کے ان کے جاری کردہ بیانات کے کرتا دھرتا آج وہ مفتی صاحب ہیں جن کا فتویٰ یہ ہے۔ کہ یہ روح سے فیض اور بیعت روحانی مولانا اللہ یار خان صاحب کا ایجاد کردہ نظریہ ہے۔ جو غلط اور گمراہ کن ہے ان کو کوئی بتائے کہ اپنے ولی نعمت سے ہی پوچھا ہوتا کہ اس گمراہ کن نظریہ کا پرچار کیوں کرتے رہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ مولانا بنوریؒ نے دعویٰ کر دیا کہ اس روحی فیض سے میرے سات کے سات لطائف جاری ہو گئے۔ بڑی سعادت ہے مگر اندیشہ یہ ہے کہ اکوڑہ خٹک کے مفتی صاحب سن پائیں گے تو جھٹ فتوے دیں گے کہ محمد یوسف بنوری خدا رسیدہ بزرگ نہیں ورنہ یہ فنا اور ترک دعوے سے آراستہ ہوتا۔

نمبر ۱۱۔ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک مئی ۱۹۸۱ء

”طریقہ اویسیہ حضرت اولیس قرنی کی جانب منسوب ہے۔ کیونکہ انہوں نے غائبانہ طور پر حضور اکرم ﷺ کی روح پر فتوح سے فیض حاصل کیا تھا۔ اس طرح سے اویسی کی دو طرح سے تعبیر ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ کوئی ولی اللہ برائے راست حضور ﷺ سے فیض حاصل کرے، یا یہ کہ کوئی ولی اللہ کسی دوسرے ولی کی روح سے غائبانہ طور پر فیض یاب ہو جائے، دونوں صورتوں میں ایسے بزرگ کو تصوف کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔

طریقہ کے مشائخ کبار فرماتے ہیں کہ اویسی اولیائے کرام کو ظاہر میں کسی پیر کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ ان کو رسالت ماب ﷺ سے یا اولیاء حق میں سے کسی دوسرے ولی کی روح اپنی آغوش عنایت میں پرورش دیتی ہے اور یہ اعلیٰ و ارفع مقام ہے۔“

نوٹ :- یہ حضرت شاہ ولی اللہ اور عارف جامی سے نقل کیا گیا ہے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ روح پر فتوح بنی کریم ﷺ سے فیض بھی ملتا ہے اور بیعت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ایسے اویسی بزرگ کو کسی ظاہری بیعت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہی روح اس کی مربی اور مرشد ہوتی ہے۔

بات تو واضح ہو گئی مگر حیرت ہے کہ کراچی کے مفتی صاحب اس نو ایجاد غلط اور گمراہ کن نظریے کا نوٹس کیوں نہیں لیا۔ ممکن ہے کہ آداب صحافت کے منافی ہو ورنہ ان کی رگ حمیت پھڑک اٹھتی اور فتوے دے دیتے کہ ”چونکہ ایسے لوگوں کو کسی سلسلہ سے اجازت نہیں ہوتی اس لئے انہوں نے یہ نیا نظریہ ایجاد کیا ہے۔ جو غلط اور گمراہ کن ہے۔“

اس بیان میں اور کراچی کے مفتی صاحب کے فتوے میں فاصلہ بہت زیادہ

ہے۔ الحق کا بیان ہے کہ ”یہ بہت اعلیٰ اور ارفع مقام ہے۔“ اور کراچی کا فتویٰ ہے کہ یہ ”نوا ایجاد غلط اور گمراہ کن نظریہ ہے۔“

بیاور دید گرا نیجا بود زباں دانے۔

سچ کہا حافظ ابن عبدالبر نے کہ ”بے علم خاموش ہو جائیں تو جھگڑے ختم ہو جائیں۔“

نمبر ۱۲۔ خدام الدین لاہور شیخ التفسیر نمبر

مولانا احمد علی لاہوری کے حالات و کمالات و ارشادات۔

صفحہ نمبر ۱۴: ”سلسلہ نبوت تو خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے لیکن سلسلہ ولایت قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ آسمان کی زینت اگر ستاروں سے ہے تو کائنات ارضی تزیین اولیاء اللہ سے ہے اولیاء اللہ دین کے ان اسرار مخفیہ پر اطلاع دیتے ہیں جن تک عوام کے عقول و اذہان کی رسائی ممکن نہیں ہوتی قدرت کا یہ نظام اس طریقہ سے چل رہا ہے کہ عقل کو بغیر تحیر کے کوئی چارہ کار نہیں۔“

ص نمبر ۱۹۔

”حیات طیبہ کے آخری چند سالوں پر حضرت پر روحانیت کا بہت زیادہ غلبہ تھا مکاشفات کی بھی کثرت تھی اور بعض تکوینی اور تشریحی حکمتوں کے تحت حضرت کی زبانی مکشوفات کا اظہار بھی زیادہ ہونے لگا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کشفی حالات خود حضرت کہتے نہیں بلکہ کہلوائے جاتے ہیں۔ کشف قلوب اور کشف قبور دونوں میں حضرت کو حق تعالیٰ نے ایک وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔“

صفحہ نمبر ۲۱: ”امت محمدیہ میں ایسے اولیاء اللہ کی بھی کمی نہیں جن کو حق تعالیٰ نے کشف الہی اور کشف کوئی دونوں نعمتوں سے حسب حکمت نوازا ہے۔ اور



بفضل تعالیٰ ہمارے حضرت لاہوریؒ بھی ان ہی حضرات میں شمار ہوتے ہیں۔“  
صفحہ نمبر ۴۴: ہمارے اکابرین دیوبند کو حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے  
حصہ وافر عطا فرمایا ہے۔۔۔ خرق عادات اور کشوف کے ظہور میں بھی یہ اولیاء  
عصر سے پیچھے نہیں رہے۔

صفحہ نمبر ۴۴ مولانا لاہوری نجم المدارس کے سالانہ جلسہ پر کلاچی تشریف  
لائے۔ آپ سے مولانا ظہور الحق افغانی نے دریافت کیا کیا آپ بالاکوٹ سید  
صاحب اور مولانا شہید کے مزار پر تشریف لے گئے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ علامہ  
افغانی نے دریافت کیا کہ حضرت! کیا وجہ ہے کہ سید صاحب شیخ اور مرشد ہیں مگر  
ان کر قبر پر انوار مولانا کی قبر کی نسبت کم معلوم ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا ہاں  
واقع یہی ہے۔ مگر میں نے صاحب قبر سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں سید  
احمد شہید نہیں ہوں میرا نام بھی سید احمد ہے۔ میں مولانا کا شاگرد نہیں ہوں۔“  
یہ واقع حضرت لاہوریؒ نے مولانا افغانی، مولانا عبدالکریم مدرس نجم المدارس  
مولانا محمد اسماعیل حال خوشاب اور مولانا قاضی عبداللطیف مدرس نجم المدارس کے  
سامنے بیان کیا۔

نمبر ۱۳۔ خدام الدین لاہور۔ علامہ بنوری ص ۳۵۔

خدام الدین۔ علامہ بنوری صفحہ نمبر ۳۵ شیخ آدم بنوری اور منازل سلوک  
”نکات الاسرار میں شیخ آدم بنوری کہتے ہیں کہ میں حضرت مجدد الف ثانی  
قدس سرہ کی آخری توجہ ہمارے ہزار سالہ سلوک سے بدرجہاں بہتر اور افضل ہے  
اسی نے ہمیں قرب پروردگار کے انتہائی مقامات تک پہنچایا۔ حضرت قدس سرہ  
نے فرمایا کہ تجھ پر پروردگار کا بہت شکر واجب ہے۔ کہ تو ان کمالات تک پہنچ گیا۔  
آج شاز و نادر کوئی ان مقامات پر پہنچتا ہے“ یہ جو کچھ ہے حضرت مجددؒ کی برکت

سے ہے اجمیر میں حضرت نے مجھے حقیقت محمدی ﷺ کی بشارت سے سرفراز فرمایا اور اجمیر میں ہی حقیقت قرآن کی بشارت عنایت فرمائی۔ سرہند شریف میں خلافت سے مشرف فرمایا بعد ازاں حضرت کا وصال ہو گیا اور مہجوروں کے سینہ پر داغ مفارقت دیئے گئے۔

شیخ آدم بنوری فرماتے ہیں میں حضرت کے مزار پر فیض الانوار پر دو سال تک رہا بعض ازاں آنجناب نے ظاہر ہو کر رخصت فرمایا۔ اور جو میرا مقصود تھا پورا ہوا جس قسم کا افادہ باطنی بحالت زندگی حضرت سے ہوا کرتا تھا ویسا ہی ان کے مزار سے ہوا۔

اسی صفحہ ۳۵ پر حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ میں ہے۔

”جب آپ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ روضہ انور ﷺ پر حاضر ہوئے تو مرقد اطہر سے دونوں دست مبارک ظاہر ہوئے اور شیخ نے بہزار شوق بڑھ کر مصافحہ کیا بوسہ دیا یہ معاملہ حاضرین نے بھی مشاہدہ کیا اور جب آپ نے مدینہ منورہ سے واپسی کا ارادہ کیا تو آنحضرت ﷺ کی طرف سے بشارت ہوئی یا ولدی انت جوارى اے میرے بیٹے میرے پڑوس میں رہو“

نوٹ:- مزید تسلی کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کر لیا جائے۔

۱۔ تذکرہ مجدد الف ثانی ۲۔ روضہ القیومیہ ۳۔ حضرات القدس، ۴۔ نزہت

الخواطر

۵۔ حالات مشائخ نقشبند،

حضرت آدم بنوریؒ کے اس بیان سے کئی امور ثابت ہوئے۔ مثلاً

نمبر ۱۔ شیخ کے مزار سے فیض روحانی ہونا یہاں تک کہ ایسا ہی جیسا شیخ کی

زندگی میں ہوتا تھا۔

نمبر ۲۔ حضور ﷺ کا ظاہر ہو کر دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا یہی بیعت روحانی ہے۔

نمبر ۳۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد کہ تم مدینہ منورہ میں ہی رہو حضرت شیخ کا اس حکم کی تعمیل کرنا۔

نمبر ۴۔ خدام الدین لاہور علمائے دیوبند کے ایک مایہ ناز فرد مولانا احمد علی لاہوری نے جاری کیا۔ اس میں یہ واقعات خرق عادت، حیات نبوی ﷺ، مصافحہ، روح سے فیض بلا تردید کیسے درج ہو کر شائع ہوئے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب امور اولیائے دیوبند کے عقائد کا حصہ ہیں۔

نمبر ۵۔ ایسے ہی خرق عادت امور آج اگر کوئی صحیح العقیدہ صوفی تحدیثِ نعمت کے طور پر بیان کرتا ہے۔ تو اپنے آپ کو دیوبند کہنے والے مفتیان اکرام کا خون کیوں کھولنے لگتا ہے اور ان کے قلم سے ایسے جاہلانہ فتوے کیوں صادر ہونے لگتے ہیں کہ انہوں نے یہ نیا نظریہ ایجاد کر لیا ہے جو غلط اور گمراہ کن ہے

کوئی ان سے پوچھے جن فن سے تم واقف نہیں ہو اس میں دخل کیوں دیتے ہو۔  
اذلم تر الہلال قستم الی قومی راہ بالا بصر  
جب تجھے چاند نظر نہیں آیا تو ان لوگوں پر اعتماد کر جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کاش کہ ان ہدایت کے ٹھیکیداروں نے اتنی بات ہی سمجھ کے پڑھ لی ہوتی کہ

لا تقف مالیس لک بہ علم  
جس حقیقت کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑھ۔  
اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس سے پہلے بھی ایسے واقعات ظاہر ہوتے رہے مثلاً  
حضرت سید احمد رفاہی جب روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو دو شعر پڑھے۔

حضور اکرم ﷺ کا دست مبارک باہر نکلا اور سید رفاعی نے مصافحہ کیا اور چوما۔ اسی طرح اور واقعات بھی صوفیائے کرام کے حالات میں ملتے ہیں۔ یہ واقع میں نے ایک جلسہ میں دوران تقریر بیان کیا۔ جلسہ کے اختتام پر ایک غیر مقلد تشریف لائے اور کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے؟ اسی طرح تمہارے فقہاء لکھتے ہیں کہ بیعت اللہ، اولیاء اللہ کی زیارت کو آ جاتا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو ایسی حالت میں وہاں موجود نہ ہوگا لوگ طواف کیا کرتے ہیں گے بیعت اللہ پتھروں کا ہے حرکت کی گر گیا۔

الجواب: میں نے کہا ایک خالص نجی بات پوچھتا ہوں برا نہ منائیں۔ آپ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کے نکاح کے گواہ حسب قاعدہ دو ہی ہوں گے؟ کہنے لگے ہر نکاح میں دو گواہ ہوتے ہیں میں نے کہا دو آدمیوں کی گواہی سے نکاح صحیح اور اولاد حلالی ہوئی مگر سید احمد رفاعی سے عینی شاہد نوے ہزار ہیں جو اس وقت موجود تھے یہ ثبوت تو آپ کے والدین کے نکاح کے ثبوت سے زیادہ وزنی اور قوی ہے۔ اگر آپ اس واقعہ کا انکار کرنے کی جرات کر سکتے ہیں۔ تو آپ کو اپنے ماں باپ کے نکاح کا انکار کرنے سے کون روک سکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا انتم شهد اللہ فی الارض دیکھنے والے لوگ گواہ بن گئے۔

رہا بیعت اللہ کے گر جانے کا خطرہ تو ذرا یہ فرمائیں کہ معراج سے واپسی پر حضور اکرم ﷺ نے کو قریش کو بیت المقدس میں جانے کا واقع بتایا تو انہوں نے بیت المقدس کے متعلق کئی نشانیوں کے متعلق سوال کیا۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں میں سخت پریشان ہوا کہ رات کو کون ایسے نشان دیکھتا ہے۔ اچانک رب العالمین نے بیت المقدس میرے سامنے رکھ دیا میں دیکھ دیکھ کہ قریش کے ہر سوال کا جواب دیتا رہا۔



اب آپ فرمائیں کہ بیت المقدس تو مکہ پہنچ گیا۔ وہاں کیا رہا؟ پھر یہ پتھر کی عمارت زمین بوس کیوں نہ ہوگئی؟

عجیب بات یہ ہے کہ خرق عادات امور کو آپ لوگ خالص مادی پیمانوں سے ناپنے کی کوشش کرتے ہیں بھلا آپ کو مایوسی نہ ہو تو کیوں؟ مولوی علوم نبوت تو کتابوں سے حاصل کرتا ہے مگر نور نبوت کی فکر ہی نہیں۔ اس لئے محروم رہتا ہے۔ بھلے بانسی یہ ہے کہ جس طرح علوم نبوت حاصل کرنے کے لئے اہل فن کے پاس جانا پڑتا ہے اسی طرح نور نبوت حاصل کرنے کے لئے اہل دل کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنے پڑتے ہیں بشرطیکہ نور سے کوئی مناسبت ہو جو شخص ظلمت میں ہی مگن ہو اس کے لئے تو روشنی کا تصور ہی سوہان روح بن جاتا ہے۔

۱۲۔ ماہنامہ بینات جولائی ۱۹۷۸ ص نمبر ۵۱

(حضرت مولانا بنوری کی وفات پر حکیم السلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کی تقریر) فرمایا ”امام محمد کی وفات کی بعد عارفین نے پوچھا کہ آپ پر کیا گزری؟ پہلی بات تو یہ فرمائی کہ علماء سے سن رکھا تھا کہ موت بڑی کنگ چیز ہے بڑی سخت چیز بڑے ہی درد قلب کی چیز ہے مجھے تو کچھ معلوم نہیں ہوا میں تو فقہ کا ایک مسئلہ سوچ رہا تھا سوچتے سوچتے دنیا سے آخرت میں پہنچ گیا مجھے خبر نہیں کیا گزری۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ حق تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور فرمایا اے محمد! اگر تمہیں بخشنا نہ ہوتا تو ہم تیرے سینے میں اپنا علم کیوں ڈالتے۔ علم تو تقویٰ ہے۔

۱۵۔ ”دارالعلوم“ دیوبند نمبر فروری ۱۹۷۶ ص نمبر ۱۶۱

علماء دین اور تصوف و صوفیاء ”علمائے دیوبند جملہ اولیاء امت خواہ وہ کسی مسلک سے ہوں کی محبت و عظمت کو تحفظ ایمان کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ مگر غلو کے ساتھ اس محبت و عقیدت میں انہیں الوہیت کا مقام نہیں دیتے ان کی منور قبروں سے



استفادہ اور فیض حاصل کرنے کے قائل ہیں۔ استمداد کے نہیں۔

۱۶۔ اسی شمارہ کے ص ۳۳۱ پر سید احمد بریلوی دیوبند سے گزرتے ہوئے جب اس مقام پر پہنچے جہاں اب دیوبند کی عمارت کھڑی ہے تو فرمایا ”مجھے اس جگہ سے علم کی بو آتی ہے۔“ وہ خوشبو جو سید صاحب کی روحانی قوت نے سونگھ لی تھی۔

مولانا لاہوری کے لئے دعا دی:

۱: خدام الدین شیخ الفسیر نمبر ص ۴۱

سنو ہوش کرو مجھے اللہ تعالیٰ نے باطن کی آنکھیں دی ہیں اور مجھے علم ہے کہ جو نوجوان انگریز کے تابع دار ہیں اور علماء کو گالیاں دیتے مر گئے ہیں ان کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں۔ اگر تم کو یقین نہیں آتا تو آؤ میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ میں نے یہ فن چالیس سال میں سیکھا ہے تم کو چار سال میں سیکھا دوں گا“

۲: خدام الدین ۶ اکتوبر ۱۹۶۱ صفحہ نمبر ۵

”میں چار طریقوں کو یعنی سہروردی، چشتی، نقشبندی اور قادری سب کو حق پر سمجھتا ہوں، کیونکہ ان کا ایک ہی مقصد ہے۔ یاد اللہ۔ راستے مختلف ہیں۔ الگ الگ ہیں۔ میں نے یہ طریقہ سندھ میں حاصل کیا۔ دس سال کا تھا جب میں سندھ گیا تھا اور اللہ کے فضل سے بڑی نعمتیں حاصل کی۔ ان میں ایک دل کی بصیرت ہے۔ میرے دعوے ہے کہ لاہور کی چودہ لاکھ کی آبادی میں کوئی بھی آنکھوں والا نہیں سب کے سب اندھے ہیں۔ مرد بھی اندھے۔ عورتیں بھی اندھی۔ سب اندھے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطاء فرمائی ہے۔ اللہ والوں کے ہاں یہ چیز ملتی ہے۔

میں تو دعوے کرتا ہوں کہ آؤ۔ چار سال کا خرچہ بیوی بچوں کو دے کر اور اپنا خرچہ لے کر آؤ سامنے نیم کے پیڑ کے نیچے بٹھلاؤں گا۔ اور صرف وہ چیز کھانے کو

دونگا جو حلال ہوگی۔ حرام کھانے سے یہ نور حاصل نہیں ہوتا۔ میں نے چالیس سال صرف کیے تھے لیکن تم کو چار سال میں سیکھاتا ہوں۔ چوری کا مال کیا حلال ہے؟ اس لیے تو میں کہتا ہوں کہ لاہوری سب اندھے ہیں یہ آنکھیں تو کتوں، بلیوں اور چوہوں کی بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو قوم عمین فرمایا ہے کہ وہ قوم اندھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کیا ان کے پاس ظاہری آنکھیں نہ تھیں؟ آنکھیں سب کے پاس تھیں۔ لیکن یہاں دل کی آنکھیں مراد ہیں۔“

۳: خدام الدین۔ ۷ جولائی ۱۹۶۱ء ص ۵

”لاہور میں سب اندھے ہیں۔ عورتیں بھی اندھی ہیں۔ حلال حرام کی کوئی تمیز نہیں ہے، مجھے اللہ تعالیٰ نے باطن کی آنکھیں عطا فرمائی ہیں۔ یہ نعمت مجھے اللہ والوں کے پاس آنے جانے سے چالیس سال میں حاصل ہوئی ہے۔۔۔ حضور اکرم ﷺ کی مبارک صحبت میں باطن کی آنکھیں وہاں حاصل ہوتی تھیں، اب کسب حاصل کرنے پڑتی ہیں۔

افسوس کہ مولانا لاہوری کو پورے لاہور میں آنکھوں والا ایک بھی نہ ملا۔ اکوڑہ خٹک میں ایک آنکھوں والے مفتی موجود ہیں، اگر وہ مولانا لاہوری کا یہ دعویٰ سن پاتے تو اپنی بصیرت سے کام لے کر فتوے دے دیتے کہ:

”احمد علی خدارسیدہ نہیں ہے کہ۔ ورنہ فناء اور ترک دعویٰ سے آراستہ ہوتا۔

۴: شمارہ مذکور نمبر ۶

”خدا تم کو ہدایت دے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کشف قبور ہے مجھے پتہ ہے کہ جو نوجوان انگریز کی عزت اور علمائے کرام کی توہین کرتے تھے آج ان کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں اور وہ عذاب میں مبتلا ہیں۔“

حیرت ہے کہ حضرت لاہوریؒ کے یہ بڑے بڑے دعویٰ سن کر علامہ افغانی

کو ان کے متعلق کوئی اندیشہ لاحق نہیں ہوا؟ ممکن ہے توجہ ہی نہ فرمائی ہو، ورنہ وہ کیسے بچ سکتے تھے۔

تصوف و سلوک کے عنوان کے تحت میں نے علمائے دیوبند کے اشارات عقائد اور کمالات اس لئے لکھ دیے ہیں کہ جو لوگ تعصب کا شکار نہیں، مگر مفسدوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر علمائے دیوبند کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے کہ علمائے دیوبند کی نگاہ میں اولیاء اللہ کی عزت و عظمت کتنی ہے؟ حیات النبی، روح سے اخذ فیض، کریمات اولیاء دیوبند کا اتفاقی اور اجماعی عقیدہ ہے۔

عوام بھی بیچارے مجبور ہیں۔ کچھ لوگ دنیاوی مفاد کی خاطر اپنے آپ کو دیوبند کہتے ہیں مگر علمائے دیوبند کے اجماعی عقائد کے منکر ہیں۔ صالحیہ کرامیہ اور خارجیوں کے عقائد جمع کر کے اس ملفو بے کا نام توحید رکھا لیا اور اس تشکیلی توحید کے پرچار کے لیے دیوبندیت کا سٹیج استعمال کیا سننے والے سمجھیں دیوبندیت یہی ہے۔ انہیں کون بتائے کہ یہ بہروپیہ تو حنفیت سے بھی کوئی واسطہ نہیں رکھتے بلکہ وہ تو اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ لہذا عوام کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کی وجہ سے اہل حق کے متعلق اپنے دلوں میں نفرت کے جذبات پالنے سے اجتناب کریں۔